اکابر دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے افکار ونظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر گجرات

فی شمارہ: 25......زرسالانہ: 300 روپے

ترتیب

برائے ترسیلِ زر، اجراءِ رسالہ وخط وکتابت

مولانا احسن خدامی صاحب، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82

محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

پیامِ صفدر مدیر کے قلم سے

گزارش احوالِ واقعی

۲۰۰۹ء کے لگ بھگ مخدوم مکرم حضرت مولانا عبدالرحیم چاریاری مدظلہ نے ''غامدیت کیا ہے؟'' نامی ایک کتاب ترتیب دے کر شائع فرمائی، جس پر غالباً درجن بھر اکابرِ اہل سنت کی تقریظات ثبت تھیں، سب کا مجموعی پیغام یہی تھا کہ:

''ا۔مولانا چاریاری کی کاوش عمدہ ہے۔۲۔مولانا راشدی صاحب کو اپنی پالیسی پہ نظر ثانی کرنی چاہیے۔''

اس کتاب میں مولانا زاہدالراشدی صاحب پر اعتراضات عائد کرنے کے ساتھ ساتھ اُن سے کچھ مطالبات کیے گئے، لیکن مولانا نے اُن اعتراضات کے جوابات دینے یا اُن کی وضاحت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی، نہ ہی مطالبات تسلیم کیے۔اور ''خاموشی سے وقت گزارو'' کی پالیسی اپنائی۔

ابھی چند ماہ قبل مولانا عبدالرحیم چاریاری کی اسی سلسلہ کی دوسری کاوش ''عقائد اہل سنت اور راشدی صاحب کی نوازشات'' منظر عام پہ آئی، اس کتاب کی طباعت سے قبل اگرچہ اکابر سے تقاریظ لینے کا اہتمام نہیں کیا گیا، لیکن طباعت کے بعد بڑے بڑے علماء ومشائخ مولانا سلیم اللہ خان، مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہما وغیرہما نے اس کاوش کو بے حد سراہا، وقت کی ضرورت قرار دیا۔اس کتاب میں بھی مولانا راشدی صاحب پر متعدد الزامات عائد کر کے بعض مطالبات کیے گئے تھے، لیکن انہوں نے اِس مرتبہ بھی سابقہ پالیسی پر ہی اکتفا کیا۔

علاوہ ازیں مجلّہ صفدر میں اُن سے متعدد سوالات کیے گئے، لیکن انہوں نے کسی کا جواب دینے کی تکلیف نہیں فرمائی۔کچھ عرصہ قبل ''ضرب مومن'' میں مولانا مفتی ابولبابہ شاہ منصور صاحب نے جناب عمار خان ناصر صاحب کے بارے تنقیدی مضامین لکھتے ہوئے مولانا راشدی صاحب سے صرف ایک سوال کیا تو انہوں نے اس سوال کا جواب دینے کی بجائے غامدی صاحب کے نظریات، جناب عمار خان صاحب کی ہفوات اور دیگر مباحث پہ مفتی صاحب کو مباحثے کا چیلنج کر کے بات کو سلجھانے کی بجائے اُلجھانے کی کوشش کی۔

اسی طرح کافی عرصہ قبل ماہنامہ ''وفاق المدارس'' میں بھی مولانا راشدی صاحب اور جناب عمار خان صاحب کو توجہ دلائی گئی کہ جمہور اہل سنت سے ہٹ کر نئی تحقیقات وتجاویز پیش کرنے سے گریز فرمائیں کہ یہ دین کی خدمت نہیں بلکہ گمراہی کی سیڑھی بلکہ گڑھا ہے۔لیکن اس کا بھی مثبت جواب نہیں دیا گیا۔

شنید ہے کہ: گوجرانوالہ کے علماء کا ایک وفد مولانا راشدی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور گزارش کی کہ: جناب عمار خان صاحب کو سمجھایا جائے، اُن کے اشکالات واعتراضات کے جواب اُن کو دیئے جائیں، لیکن اُن سے کہا جائے کہ بزرگوں کے مسلک خلاف کوئی بات رسالے یا کتابوں میں نہ لکھیں۔ تو مولانا راشدی صاحب نے فرمایا کہ: ''میں اِس کا قائل نہیں، ہر کسی کو اپنی رائے لکھنے کی آزادی ہے، وہ لکھتا رہے گا، آپ اس کا جواب لکھیں، میں وہ بھی شائع کراؤں گا، بشرطیکہ (الشریعہ کی [ناقل]) اخلاقیات کی پاسداری کی جائے۔''

اِسی طرح گجرات وگردونواح کے بعض علماء اور پروفیسر صاحبان بھی ''نوازشات'' کی اشاعت کے بعد مولانا راشدی صاحب کی خدمت میں ایک وفد کی صورت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی کہ آپ اپنی پالیسی پہ نظرثانی کرتے ہوئے جناب عمار خان صاحب سے برأت کا اعلان کریں، تو ہم چار یاری صاحب والے معاملے کو سنبھالنے اور روکنے کی کوشش کرتے ہیں تو اُن سب کو جواب ملا:

''چار یاری جیسے میں نے بہت دیکھے ہیں۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔''

بندہ کے والد گرامی مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہ نے کافی عرصہ قبل مولانا راشدی صاحب سے عرض کیا کہ عزیزم عمار خان کی گمراہی روز بروز بڑھتی جارہی ہے، اس بارے میں غور وفکر فرمائیں، تو مولانا راشدی صاحب نے فرمایا: وہ ابھی ایسے موڑ پہ ہے کہ شاید نہ سمجھے، لیکن میں تمہیں اِس بات گارنٹی دیتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کے وقت کے ساتھ ساتھ صحیح ہوجائے گا۔ والدمحترم خاموش ہوگئے، کافی عرصہ بعد جب دیکھا کہ جناب عمار خان صاحب کی گمراہی کم ہونے کی بجائے بڑھتی ہی جارہی ہے تو مولانا راشدی صاحب سے دوبارہ عرض کیا کہ آپ نے تو فرمایا تھا کہ: ٹھیک ہوجائے گا۔ وہ بجائے ٹھیک ہونے اور گمراہی کی طرف چلا جارہا ہے؟؟ تو مولانا راشدی صاحب نے نہایت سختی اور غصے سے فرمایا کہ: ''تم کیا چاہتے ہو؟ میں اُسے گھر سے نکال دوں؟ میں اُسے گولی ماردوں؟''

اس کے علاوہ بھی متعدد مرتبہ تحریری وزبانی طور پہ جناب عمار خان صاحب اور مولانا راشدی صاحب کو سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کی کوششیں ہوتی رہیں، لیکن کبھی خاموشی سے وقت گزارو پالیسی اپنائی گئی، کبھی ٹال مٹول سے کام لیا گیا، کبھی ڈانٹ ڈپٹ سے کام چلایا گیا اور کبھی حقارت آمیز جملے کہہ کر دعوتِ حق کو رد کردیا گیا۔ فیاللاسف

اکابرِ اہلِ سنت کا متفقہ فیصلہ:

ابھی کچھ عرصہ قبل وفاق المدارس کے صدر مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم نے ہر قسم کی کاوشوں کو غیر مؤثر محسوس کیا تو جناب عمار ناصر صاحب، الشریعہ اور مولانا راشدی صاحب سے ''بائیکاٹ'' کی تجویز دی،

حضرت الشیخ کی اس تجویز سے ملک بھر کے بیسیوں علماء، اکابر ومشایخ نے اتفاق کیا اور اس کی بھرپور تائید فرمائی۔ اس تحریر کی بنیاد تو حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان کی ذات گرامی ہے، لیکن اکابر سے مزید تائیدات حاصل کرنے کی خدمت مولانا عبدالرحیم چاریاری صاحب نے انجام دی۔ فجزاهما الله احسن الجزاء عنا وعن سائر المسلمین۔

ابتدائی دو تین تائیدات کے بعد مجھے بھی اس تحریر کی ایک فوٹو کاپی ملی، اور مختلف ذرائع سے بقیہ حضرات کی تائیدات کی اطلاع بھی ملتی رہی۔ بندہ نے مولانا چاریاری صاحب سے رابطہ کرکے پوچھا کہ اس تحریر کے بارے آپ کا کیا ارادہ ہے؟ تو فرمایا:

> ''ملک بھر کے علماء کرام ومفتیان سے تائیدات حاصل کرنے کے بعد ہم یہ تحریر اور جملہ تائیدات مولانا عبدالجبار سلفی اور ان کے ایک دوست (دونوں حضرات، مولانا راشدی صاحب کے عقیدت مند شمار ہوتے ہیں۔) کو دے کر مولانا راشدی صاحب کی خدمت میں بھیج دیں گے، اور یہ مطالبہ کریں گے کہ آپ اپنی پالیسی، ترجیحات اور طریقۂ کار کو درست کریں اور سابقہ سے رجوع وتوبہ کرلیں، جناب عمار خان صاحب سے برأت کا اعلان کردیں، الشریعہ کی پالیسی تبدیل کرلیں، اور جمہور اہل سنت کے طریقۂ کار لازم پکڑنے کا عہد کرلیں۔ ورنہ پھر ہم اس تحریر کو شائع کررہے ہیں۔ اگر وہ رجوع وتوبہ فرمالیں تو فبہا، ورنہ ہم اس کو شائع کردیں گے۔''

بندہ نے اُن کی تجویز سے اتفاق کیا۔

چندروز بعد مجھے علم ہوا کہ یہ تحریر بمع تائیدات مولانا راشدی صاحب تک پہنچ چکی ہے اور انہوں نے حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان کے نام ایک عدد خط بھی لکھ دیا ہے۔ جب وہ خط دیکھا تو حیرت ہوئی کہ مولانا راشدی صاحب نے اصلاحِ احوال کی طرف توجہ دینے کی بجائے پھر بات کو طُول دینے کی کوشش کی ہے اور اس میں اکابر پر بے جا الزام لگانے سے بھی گریز نہیں کیا۔ فیا للأسف

چنانچہ مولانا راشدی صاحب کے اس مکتوب پر چند معروضات پیش کرنے کا ارادہ ہوا۔ موقع ملنے پر ان کو آہستہ آہستہ قیدِ تحریر میں بھی لانا شروع کردیا۔ پھر خیال آیا کہ ''اکابر اہل سنت کے راشدی صاحب سے بائیکاٹ کے اسباب'' کو بھی درج کردیا جائے۔ اس کی طرف بھی کچھ پیش رفت ہوئی۔ برادرِ محترم مولانا احسن صاحب سے گزارش کی کہ آپ بھی اس تحریر کا کچھ پسِ منظر تحریر فرمادیں، انہوں نے بھی شفقت فرمائی اور ''اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے'' تحریر ارسال فرمادی۔ اس لیے بعض چیزیں مکرر بھی آگئی ہیں۔

اسی دوران مولانا عبدالرحیم چاریاری صاحب کی طرف سے پیغام ملا حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان نے فرمایا ہے کہ: اس تحریر کو تائیدات سمیت مجلّہ ''صفدر'' کے آئندہ (مارچ کے) شمارے میں شائع کردیا

جائے۔ہم نے باہمی مشورہ کے بعد عرض کیا کہ: بالکل ٹھیک! ہمیں اکابر پر اعتماد بھی ہے اور اُن کے اِس فیصلے سے اتفاق بھی۔ ابھی اس تحریر اور اکابر کی تائیدات کی کمپوزنگ جاری تھی کہ برادرِ محترم مولانا احسن خدامی صاحب نے بتایا کہ: ایک بزرگ گزشتہ روز ہمارے محبوب و محسن استاذِ مکرم حضرت مولانا محمد حسن مدظلہم کی خدمت میں لاہور حاضر ہوئے اور اُن سے گزارش کی کہ ابھی یہ تحریر منظرِ عام پہ نہ لائی جائے، مولانا راشدی صاحب نے جس کمیٹی کا مطالبہ کیا ہے اُس کے بننے تک انتظار کیا جائے۔ استاذِ محترم مولانا محمد حسن صاحب مدظلہم نے اُن کے کہنے پر برادرِ مکرم کو فرمادیا کہ: ''میرے عزیز! کچھ انتظار کرلیں۔'' ہم نے تعمیل حکم میں یہی فیصلہ کیا کہ مارچ کے ''صفدر'' میں یہ تحریر شائع نہ کی جائے۔

پھر مولانا عبدالرحیم چاریاری صاحب کو اس تمام صورتحال سے آگاہ کر کے اُن سے عرض کیا گیا کہ آپ حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم سے بھی صورتِ حال عرض کردیں۔ دو دن بعد حضرت چاریاری صاحب کا فون آیا کہ میں کراچی آیا ہوں، حضرت الشیخ مدظلہم سے ملاقات ہوئی ہے، انہوں نے مجھے اپنا نمائندہ مقرر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

''جو کوئی بھی اس سلسلے میں بات کرنا چاہے، آپ میرے نمائندے کی حیثیت سے اس سے بات کریں۔ نیز جہاں تک مولانا راشدی صاحب کے خط کی بات ہے، میری طرف سے اُن سے کہہ دیں کہ جب تک آپ درجِ ذیل چار نکاتی ایجنڈے پر عمل نہیں کرتے آپ سے کوئی بات نہیں کی جائے گی:

۱......عمار خان ناصر اور اس کے نظریات سے قولاً و عملاً برأت و علیحدگی

۲......فرقِ باطلہ و اہلِ بدعت کی کتب پر لکھی گئی تقاریظ سے رجوع اور توبہ

۲......الشریعہ کی پالیسی اکابرِ اہلِ سنت (بالخصوص حضرت امام اہلِ سنتؒ) کے تابع کرنے کی یقین دہانی

۳......جمہور اہلِ سنت کے خلاف ہر رائے سے اظہارِ برأت اور آئندہ کے لیے جمہور کی اتباع

اس لیے آپ مولانا محمد حسن صاحب کو میری طرف سے کہہ دیں کہ اگر وہ بزرگ جو اُن کی خدمت میں آئے تھے، حضرت مولانا راشدی صاحب کو اس چار نکاتی ایجنڈے پر عمل درآمد کے لیے تیار کرلیں تو پھر دیگر موضوعات پر بات چیت کی کوئی صورت بن سکتی ہے، اگر وہ اس پر عمل کے لیے تیار نہیں تو پھر اُن سے گفتگو کی کوئی صورت نہیں۔ نیز اس تحریر کو تمام تائیدات کے ساتھ جلد از جلد شائع کیا جائے۔ اور اسلام اخبار اور دیگر دینی رسائل و جرائد کو بھی پابند کیا جائے کہ وہ علماء و مشائخ کے متفقہ فیصلے کی پابندی کریں۔''

بندہ ناچیز نے سوچا کہ اُن بزرگ کے کہنے پر استاذِ محترم مولانا محمد حسن صاحب مدظلہم نے فرمایا تھا کہ ''کمیٹی کے قیام تک یہ تحریر شائع نہ کی جائے۔'' جبکہ حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم نے فرمادیا ہے کہ چار نکاتی ایجنڈے پر عمل سے قبل کوئی کمیٹی سرے سے بنانی ہی نہیں ہے، (مولانا راشدی صاحب کا یہ مطالبہ ہی

سرے سے غلط ہے۔) تو اب انتظار کا کیا معنی؟ لیکن پھر بھی استاذِ محترم حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہم کی رائے کے احترام میں اس تحریر کو مارچ کی بجائے اپریل کے شمارے میں شائع کیا جارہا ہے۔ البتہ حضرت الشیخ کے حکم (اِسے جلد از جلد شائع کیا جائے۔) کی تعمیل میں اپریل کا شمارہ قبل از وقت شائع کیا جارہا ہے۔

کیا یہ خاندانِ صفدریہ کا مسئلہ ہے؟

ایک پروپیگنڈہ بار بار یہ سننے میں آرہا ہے کہ مولانا راشدی صاحب کا کہنا ہے کہ:

''یہ خاندانی مسئلہ تھا، ہم اسے مل بیٹھ کر حل کر لیتے، حمزہ نے اسے اُچھالا، رسالے میں شائع کیا، اس کی وجہ سے یہ حل ہونے کی بجائے بگڑ گیا ہے۔''

واللہ اعلم! مولانا راشدی صاحب نے یہ فرمایا ہے یا نہیں؟ لیکن متعدد احباب سے یہ بات سننے کو ملی، اگر انہوں نے ایسا فرمایا ہے تو اُن سے عرض ہے کہ:

اولاً:...... یہ خاندان کا مسئلہ ہے ہی نہیں، اسے خاندان کا مسئلہ قرار دینا حیرت انگیز ہے۔

کیا ''اجماعِ امت'' صرف خاندان صفدریہ کا مسئلہ ہے؟

کیا ''حدود و تعزیرات'' صرف صفدری خاندان کے لیے ہیں؟

کیا ''طلاق'' کے قوانین خاندانِ صفدری کے ساتھ خاص ہیں؟

کیا ''جمہور اہل سنت کی اتباع'' صرف خاندان صفدریہ کے لیے لازم ہے؟

کیا ''اتباعِ سلف'' کی پابندی صرف خاندان صفدری کے لیے ہے؟

کیا ''قادیانیوں کو غیر مسلم'' قرار دینا ہمارے خاندان کا اندرونی مسئلہ ہے؟

کیا ''توہین رسالت کا قانون'' صرف ہمارے خاندان کی خواہش پر منظور ہوا؟

کیا ''حیاتِ عیسیٰ کا عقیدہ'' ہمارے خاندان نے گھڑا ہے؟

کیا ''مسجد اقصیٰ'' کو صرف ہمارا خاندان مسلمانوں کا حق قرار دیتا ہے؟

کیا ''صحابہ کرام کا تنقید سے بالاتر ہونا'' صرف ہمارے خاندان کی خاصیت ہے؟

کیا ''مرتد کی شرعی سزا'' ہمارے خاندان کی مقرر کردہ ہے؟

کیا ''رجم کی شرعی سزا''، ''اقدامی جہاد'' صرف خاندان صفدریہ کے مسائل ہیں؟

کیا شیخ اسامہ بن لادن سے قلبی وابستگی صرف ہمارے خاندان کو ہے؟

کیا مودودی صاحب سے صرف ہمارا خاندان اختلاف کرتا ہے؟

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید کا جائز نہ ہونا ہمارا داخلی مسئلہ ہے؟

کیا بدعتیوں کی کتب پر تقاریظ کا نقصان صرف ہمارے خاندان کو پہنچتا ہے؟

کیا آپ کی اور جناب عمار خان صاحب کی تحاریر وکتب صرف ہمارا خاندان پڑھتا ہے؟

کیا حضرت امام اہل سنتؒ صرف ہمارے خاندان کے بزرگ وپیشوا تھے؟

کیا اکابرِ اہل سنت نے ہمارے خاندان کے داخلی مسئلے کی خاطر بائیکاٹ کا فیصلہ کیا؟

جب نہیں اور بالکل نہیں! ہرگز نہیں! پھر کس بنیاد پر ان تمام مسائل پر خامہ فرسائی کو ''خاندانِ صفدریہ کا داخلی مسئلہ'' کہا جاتا ہے؟ حیرت اور تعجب ہے کہ آپ اور آپ کا صاحبزادہ اُن مسائل کو چھیڑتے ہیں جن سے پوری امتِ مسلمہ کی جذباتی وابستگی ہے، یوں پوری اُمت کے جذبات مجروح کیے جاتے ہیں، اگر اِس پر کوئی اعتراض کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ ہمارے خاندان کا اندرونی مسئلہ ہے؟؟ یاللعجب!

ثانیاً:......اگر خاندان کا مسئلہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو آپ یہ بتائیے کہ آپ سے خاندان کے حضرات نے جب بھی عمار صاحب یا الشریعہ یا آپ کی اپنی پالیسی کے متعلق گفتگو کی، آپ نے اس کا کیا جواب دیا؟

آپ سے مطالبہ کیا گیا کہ الشریعہ سے یا تو شیخین (حضرت امام اہل سنتؒ وحضرت صوفی صاحبؒ) کے نام ہٹا دیئے جائیں یا اُن کے مسلک ومشرب کا پابند کیا جائے۔ کیا آپ نے اِس مطالبہ پر عمل کیا؟

خاندان کی جانب سے آپ سے مطالبہ کیا گیا کہ جناب عمار خان صاحب کو سمجھائیں، اکابر کے مسلک کے خلاف کوئی بات رسالے میں نہ لکھا کریں۔ کیا آپ نے اِس کا اہتمام فرمایا؟

خاندان کے ایک بزرگ نے آپ سے کہا کہ: ''جب عزیزم ناصر اباجی (حضرت امام اہل سنتؒ) کے اصول وفروع کو مانتا ہی نہیں، تو اسے اباجی کا قول اپنی حمایت میں پیش کرنے کا حق بھی نہیں۔'' تو آپ نے کیوں اُن کو سختی سے یہ کہتے ہوئے ڈانٹ دیا کہ: کیوں؟ وہ صرف تمہارے والد نہیں، عمار کے بھی کچھ لگتے ہیں۔

جب برادرِ مکرم مولانا احسن صاحب نے عمار صاحب سے قادیانیوں کے متعلق اُن کا عقیدہ پوچھا، انہوں نے بتایا کہ وہ اُن کو مسلمان سمجھتے ہیں، برادرم نے آپ کو اور خاندان کے چند دیگر بزرگوں کو آگاہ کیا۔ عمار صاحب نے آپ کے سامنے اِس کا اقرار بھی کیا۔ کیا آپ بتانا پسند فرمائیں گے کہ اِس پر آپ کا ردِّ عمل کیا تھا؟

جب خاندان کے بعض بزرگوں کی طرف سے مطالبہ ہوا کہ ''سب خاندان والے مل بیٹھ کر احسن حمزہ کو سمجھائیں۔'' جواباً اُن سے عرض کیا گیا کہ: ''احسن حمزہ بیٹھنے کے لیے تیار ہیں، لیکن دو شرائط کے ساتھ، [۱] اختلاف کی اصل بنیاد عمار خان ناصر صاحب کو بھی بٹھایا جائے۔ [۲] مل بیٹھ کر گفتگو کے بعد جس کے عقائد ونظریات حضرت امام اہل سنت سے مطابقت نہ رکھتے ہوں، خاندان صفدریہ اس کے بارے واضح اعلان کرے کہ: اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔'' تو اِس پر کیوں چپ سادھ لی گئی؟

جب خاندان کے ہی ایک بزرگ نے آپ سے کہا کہ: ''آپ عزیزم عمار کے نظریات سے متعلق صرف ''تحفظات'' کہہ دینے پر اکتفا کرنے کی بجائے تحفظات کی تفصیل بیان کر کے اپنے نظریہ کی وضاحت فرمائیں۔'' تو آپ نے اس پر عمل کی کیا صورت اختیار کی؟

خاندان کے انہی بزرگوں نے آپ سے گزارش کی تھی کہ: ''مخالفین کے بارے میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طرزِ عمل کو پیش کر کے عزیزم عمار خان کے بے اعتدالی کی راہ پر چل کر اختیار کردہ نظریات کو تحفظ فراہم کرنا بھی درست نہیں ہے، اس لیے کہ حضرتؒ نے کبھی آزاد خیال نظریات کے حامل لوگوں کی تائید نہیں فرمائی بلکہ حتی الوسع تردید ہی فرمائی۔'' آپ نے اُن کی گزارش پر کتنا عمل کیا؟

جب خاندان کے بعض بزرگوں نے ہم سے مطالبہ کیا کہ: ''آپ دونوں (احسن حمزہ) ذرا خاموشی اختیار کر لیں، ہم عزیزم عمار کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔'' اس پر ہم نے عرض کیا کہ: ''یکطرفہ ٹریفک اور ایک ہاتھ سے تالی بجانے کے ہم قائل نہیں، اتنے عرصے کے لیے آپ اُن کو بھی خاموش کرا لیں، وہ ہمارے بزرگوں اور اُن کے نظریات کے خلاف کچھ نہ لکھیں، ہم بھی خاموشی اختیار کر لیں گے۔'' اِس پر عمل کیوں نہیں ہو سکا؟

الغرض......اولاً تو یہ خاندان کا مسئلہ ہے ہی نہیں، ثانیاً خاندان کے بزرگوں نے اِس مسئلے کے حل کے لیے جس قدر کاوشیں کیں آپ نے نہ صرف یہ کہ اُن کا ساتھ نہیں دیا بلکہ اِس کے حل میں رکاوٹ بن کر عمار خان صاحب کا دفاع ہی کیا۔ اِس کے باوجود لوگوں سے یہ کہنا کہ: ''یہ ہمارے خاندان کا مسئلہ تھا، ہم اسے بیٹھ کر حل کر لیتے۔'' کس قدر حیرت انگیز ہے!!

رہا کسی مہربان کا یہ فرمانا کہ: دراصل اِن کا کوئی خاندانی اختلاف تھا، جس کو انہوں نے مذہبی ومسلکی اختلاف کا رنگ دے کر یہ صورت اختیار کی تو بخدا ہمارا مولانا راشدی صاحب یا عمار خان صاحب سے نہ پہلے کوئی خاندانی اختلاف تھا اور نہ اَب ہے، آج بھی اگر وہ دونوں حضرت امام اہل سنتؒ کے نقش قدم پر آجائیں اور جملہ اصول وفروع میں اُن کی پیروی اختیار کر لیں تو ہمارا اُن سے کوئی اختلاف نہیں۔ اُن کو خود بھی اِس کا خیال رکھنا چاہیے۔ شاید کوئی تیسرے صاحب ایسی بے بنیاد باتیں پھیلا رہے ہیں۔

آخری گزارش:

آخر میں ہم حضرت مولانا راشدی صاحب سے پھر گزارش کرتے ہیں کہ خدارا! امت کو افتراق وانتشار سے بچائیے، اکابر کے فیصلہ کے سامنے سر جھکاتے ہوئے مندرجہ بالا چار نکاتی ایجنڈے پر عمل پیرا ہو جائیے، اِن شاء اللہ دنیا وآخرت کی کامیابیاں آپ کے قدم چومیں گی، اکابرِ اہل سنت آپ سے راضی وخوش ہوں گے تو آپ کی عزت ووقار اور اور شان میں اضافہ ہی ہوگا اور ہوتا چلا جائے گا۔ ان شاء اللہ ☆☆

احسن خدامی

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یہ ماضی قریب ہی کی بات ہے، شیخ العرب و العجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے نامور خلیفہ اور شاگرد حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ (بانی جامعہ مدنیہ کریم پارک، لاہور) کے پاس امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے مولانا زاہد الراشدی صاحب کا ایک خط آیا، خط میں مولانا زاہد الراشدی صاحب نے اپنے ایک منصوبے کا ذکر کیا تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ ایک ایسا ''آزاد فورم'' قائم کیا جائے جس میں بلا تفریقِ مسلک و مشرب ہر شخص کو اظہارِ رائے کی آزادی ہو اور کسی قسم کی پابندی کے بغیر ہر شخص اپنی نظریات وافکار کو بیان کرے، اپنے دلائل کو پیش کرے اور پھر کسی شخص کو حکم بنانے کی بجائے اس مباحثے کا فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیا جائے۔ حضرت مولانا حامد میاں صاحب نور اللہ مرقدہ بڑے صاحبِ فراست بزرگ تھے، انہوں نے یہ خط پڑھتے ہی اس بظاہر خوشنما منصوبے کے خطرناک نتائج وعواقب کو اپنی مؤمنانہ بصیرت کے ذریعے پہچان لیا اور صاحبِ مکتوب، حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کو اس کے مفاسد و نتائج بتاتے ہوئے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے سے منع کر دیا۔ وقت کا پہیہ چلتا رہا، استاذ المحدثین حضرت مولانا حامد میاں صاحب نور اللہ مرقدہ کی نصیحت اور تنبیہ حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کے عزم وارادہ میں، افسوس! کہ تزلزل پیدا نہ کر سکی اور وقت آنے پر انہوں نے وہی کیا جس سے ان کو روکا گیا تھا اور اس کا نتیجہ بھی وہی نکلا جس سے انہیں ڈرایا گیا تھا۔

امامِ اہلِ سنت، سراج المحدثین، آبروئے دیوبند حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نامِ نامی سے کون واقف نہیں؟ آپ کا عقیدہ و مسلک آپ کی کتابوں، دروس و بیانات اور تحریرات میں واضح ہے۔ محیر العقول ذہانت، بے مثال مطالعہ، گہرے تدریسی تجربے، قلم وقرطاس کی بادشاہی، منبر و محراب کی حکمرانی اور علوم وفنون میں گہری رسائی کے باوجود آپ نے ہمیشہ عقائد وافکار میں اکابر علمائے دیوبند کو ہی اتھارٹی سمجھا، اس صدی میں پچھلی صدیوں کے محدثین کے بے مثال حافظے کی یاد تازہ کر دینے والے اور کتابوں کی کوہ پیمائی اور درس و تدریس کے میدان کی صحرا نوردی کرنے والے اس نادرِ زمانہ شخص کو نہ تو کبھی اپنے اکابر کے عقائد ونظریات سے ہٹنے کا خیال آیا اور نہ ہی اس نے اپنی اولاد کو اس سے ہٹ کر کچھ سوچنے کا سبق پڑھایا۔ اپنے اکابر کے مسلک کا دفاع، اپنے اکابر کی محبت کا چرچا، اپنے اکابر کے نظریات کا تحفظ، اپنے اکابر

کی قربانیوں کا تسلسل، اس شخص کی ساری زندگی انہیں چیزوں کے محور پر گھومتی رہی۔ حضرت امام اہل سنتؒ کی زندگی اور صحت کے زمانے میں تو جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب جانتے تھے کہ اکابر علمائے دیوبند کے مسلک، منہج اور نظریے سے ہٹ کر کی جانے والی ان کی کسی بھی کوشش و کاوش کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ لہٰذا وہ منقارزیر پر رہے اور ان کا بیٹا عمار خان ناصر، حضرت شیخ مولانا سرفراز خان صفدر کی شاگردی سے فارغ ہوکر اب جناب جاوید احمد غامدی کی شاگردی سے فیضیاب ہونے لگا۔ جب حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمہ پر فالج کی بیماری کا حملہ ہوا اور ان کی علمی و تحقیقی مصروفیات سے ان کا رشتہ کٹ گیا اور ساری زندگی عقائد کے تحفظ کی جنگ لڑنے والا یہ بوڑھا جرنیل اپنے ہتھیار اٹھانے کے قابل نہ رہا تو اب ''الشریعہ'' کی ادارت عمار خان ناصر کے حوالے کردی گئی اور دھیرے دھیرے اپنی پرانی آرزوؤں اور ارمانوں کے پورا کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرتؒ کی زندگی اور صحت کے زمانے میں کبھی ان حضرات کو کھل کر اپنے خیالات باطلہ کو سرِ عام پھیلانے کی جرأت نہ ہوئی، اگر کوئی پھسپھسی سی حرکت کرنے کی کوشش بھی کی گئی تو حضرتؒ نے سختی سے اس کا نوٹس لیا۔ بہت مناسب ہوگا کہ ہم اپنے اس دعویٰ پر جناب عمار خان ناصر صاحب ہی کی گواہی پیش کردیں، وہ خود ایسے ہی ایک واقعے پر حضرت امام اہل سنتؒ کے ردِ عمل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ابا جی (یعنی حضرت امام اہل سنتؒ) علمی و فقہی معاملات میں اکابر دیوبند کی تحقیقات کی پابندی کو خاص طور پر ضروری سمجھتے اور اس دائرے سے باہر جانے کو کسی حال میں گوارہ نہیں کرتے تھے۔ ۲۰۰۱ء میں ''الشریعہ'' میں میرے بعض مضامین شائع ہوئے جن میں، میں نے عبادات اور معاملات سے متعلق بعض فقہی مسائل کے ضمن میں حلقۂ دیوبند کے معروف مفتیان کرام کے مؤقف کے برعکس نقطۂ نظر کو علمی طور پر ترجیح دی تھی......''

آگے اپنے اس طرزِ عمل کی وکالت اور چند غیر متعلقہ باتیں تحریر کرنے کے بعد دوبارہ واقعہ کی طرف لوٹتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''خیر، ابا جی نے ''الشریعہ میں میرے مضامین پڑھے تو مجھے طلب فرمایا۔ میں حاضر ہوا تو انہوں نے تنہائی میں محبت اور شفقت سے بھرپور لہجے میں گفتگو کی۔ فرمایا کہ دیکھو! جب زاہد نے سیاسی میدان میں قدم رکھا اور مختلف نظریات کے لوگوں اور جماعتوں سے ملنا جلنا شروع کیا تو ہمیں اس بات کا شدید اندیشہ تھا کہ وہ کہیں اپنے بزرگوں (یعنی اکابر دیوبند) کے مسلک سے ہٹ نہ جائے، لیکن الحمد للہ زاہد نے ہمیں اس معاملے میں شکایت کا موقع نہیں دیا۔ اب تمہارے جو مضامین شائع ہوئے ہیں، ان میں تم نے بعض ایسی باتیں لکھی ہیں جو ہمارے بزرگوں کی تحقیق کے خلاف ہیں، جبکہ ان کی تحقیقات حد درجہ غور و فکر اور احتیاط پر مبنی ہوتی ہیں۔ اور ان کے علم و فہم کے مقابلے میں میرے اور

تمہارے علم یا رائے اور قیاس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اباجی نے اس نوعیت کی چند مزید باتیں بھی ارشاد فرمائیں۔ ان کی باتیں دماغ کو جتنا اپیل کر سکتی تھیں، اتنا ہی کیا، لیکن ان کے محبت و شفقت میں ڈوبے ہوئے لہجے نے، سچی بات یہ ہے کہ دل کو جیسے اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ میرا ان سے بحث کرنے کا پہلے بھی ہرگز کوئی ارادہ نہیں تھا اور زیرِ بحث مسائل بھی بالکل جزوی اور فروعی نوعیت کے تھے، چنانچہ میں نے عرض کیا کہ آپ جن باتوں کو غلط سمجھتے ہیں ان کی نشان دہی کر دیں، میں ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں وضاحت کر دوں گا۔'' (الشریعہ اشاعت خاص ص ۵۰۲/ ۵۰۳)

آپ نے دیکھا! کہ حضرت امام اہل سنتؒ نے جناب عمار خان ناصر کو نہ کوئی دلیل دی اور نہ کوئی دلیل سنی، انہوں نے دوٹوک اور واضح الفاظ میں صرف یہی دلیل دی کہ تمہاری تحریر کردہ باتیں اکابر علمائے دیوبند کی تحقیق کے خلاف ہیں، لہٰذا ان سے رجوع کرو!۔ یہی حضرت امام اہل سنتؒ رحمہ اللہ کا مسلک ہے، یہی ان کا منہج ہے اور یہی ان کا طرزِ عمل ہے۔ اور اسی طرزِ عمل پر چلنے والا حضرت امام اہل سنتؒ سے نسبت کا حق رکھتا ہے۔ اگر جناب عمار خان ناصر اور مولانا زاہد الراشدی صاحب، حضرت امام اہل سنت کی اسی بات کو پلّے باندھ لیتے تو یقیناً یہ ان کے لئے بہت بہتر ہوتا، مگر افسوس! کہ یہ وقتی فرمانبرداری مستقل لائحۂ عمل کے لحاظ سے محض طفل تسلی ہی ثابت ہوئی اور حضرتؒ پر فالج کا دوسرا اور جان لیوا حملہ ہونے کے بعد، جب مسلسل کئی سال تک حضرتؒ معذوری کے عالم میں بستر پر رہے، جناب عمار خان ناصر صاحب نے آہستہ آہستہ اپنے پر پُرزے نکالنے شروع کر دیئے۔ حضرتؒ کی صحت ایسی نہیں تھی کہ ان کو کوئی پریشان کن بات سنا کر اس حالت میں مزید پریشان کیا جائے۔ چنانچہ بہت عرصہ تک آپؒ جناب عمار خان ناصر صاحب کے جادۂ اعتدال سے ہٹے ہوئے اس طرزِ عمل سے بے خبر رہے۔ وفات سے کچھ ہی عرصہ پہلے جب آپ کو جناب عمار خان ناصر صاحب کی بعض تحریرات کا علم ہوا تو آپؒ اس پر نہایت متفکر اور غمگین تھے۔ چنانچہ ایک مقام پر اپنے فرزند جناب مولانا عبدالقدوس خان قارن سے فرمایا:

''یہ عمار کس طرف چل نکلا ہے؟ تم اسے روکتے کیوں نہیں؟ تم تو اس کے استاد بھی ہو، اسے سختی کے ساتھ روکو!''......(الشریعہ جولائی ۲۰۱۳)

حضرتؒ کے انتقال کے بعد ان حضرات نے ''الشریعہ'' میں جو ہڑبونگ برپا کیا، الامان والحفیظ، اب کھل کر، علی الاعلان اور ڈنکے کی چوٹ پر اہل السنّت والجماعت کے عقائد و نظریات کے خلاف ''تحقیقات'' ماہنامہ ''الشریعہ'' کی زینت بننے لگیں، ہر کس و ناکس کو یہ منصب عطاء کیا گیا کہ وہ عقائد اہل السنّت والجماعت کے پاکیزہ گلستان میں اپنی نام نہاد تحقیق کی پٹاخیاں چھوڑتا پھرے۔ اجماع کا انکار، صحابہ کرامؓ کے معیارِ حق ہونے کا انکار، ناموس رسالت کے قانون میں دست اندازی، حدود اللہ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ، تحقیق کے نام پر نت نئے فتنوں کی حوصلہ افزائی، روافض اور قادیونیوں کی طرفداری، اہل حق علمائے

کرام کا استہزاء وتمسخر، اہل باطل کی تحسین وتشجیع، اور پھر ظلم کی انتہا یہ کہ اس سب کے باوجود اپنے آپ کو حضرت امام اہل سنت کے منہج پر قائم قرار دینا اور حضرت کے نظریات کا تحفظ کرنے والوں کو علمی وتحقیقی آداب سے ناواقف اور اخلاقیات سے عاری قرار دینا۔ حضرتؒ کے مریدین ومعتقدین اس صورت حال کو انگلیاں دانتوں میں دبا کر دیکھتے اور آنسو بہا کر دل کا بوجھ ہلکا کرتے ۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار، کوئی ہمیں ستائے کیوں

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب کا ''آزاد فورم'' اگر کچھ حدود وقیود کا پابند ہوتا اور اس سے جدید اشکالات وشبہات کے استیصال کی خدمت لی جاتی تو شاید یہ وقت کی بڑی خدمت ہوتی، اگر اس میں اہل بدعت واہل باطل کی ''تحقیقات'' کو شائع کرنے کے بعد ان کے دجل وتلبیس سے پردہ اٹھانے کا بیڑہ بھی اٹھایا جاتا تو اس کے مضمرات سے صرفِ نظر کیا بھی جاسکتا، مگر اس کی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے سے یہ افسوسناک حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس نے نت نئے اشکالات واعتراضات کے شافی جواب دینے کی بجائے ان کو پھیلانے کا فریضہ ہی بحسن وخوبی انجام دینے کو اپنی تحقیق کی معراج سمجھا۔ اپنے خیالات وافکار کو دوسروں کے خیالات کے عنوان سے کھلے بندوں شائع کرنا اور کوئی اعتراض کرے تو ''آزاد فورم'' کا عذر پیش کر دینا، اکابر علمائے دیوبند کے من پسند حوالہ جات کو استعمال کرنا اور کڑوے کڑوے حوالہ جات کو ہوشیاری سے ٹال دینا، امت کے جذبات کو مجروح کرنے والی تحقیقات کو شائع کرنا اور غیرت مندانہ جواب ملنے پر جواب لکھنے والوں کو بدتمیز اور گستاخ قرار دے کر جان چھڑا لینا، خاموش مزاج اور درگزر کرنے والی طبیعت کے بعض صحیح العقیدہ علمائے کرام کو اپنے ساتھ رکھتے ہوئے ان کو بھرپور انداز میں استعمال کرنا، اہل باطل کے ساتھ ایک دونمائشی اختلاف کر کے اپنے آپ کو ان سے الگ ظاہر کرتے ہوئے بڑی کاریگری سے اصولی باتوں میں ان کی حمایت کر جانا، عقیدہ کے اختلاف کو اجتہادی اختلاف پر قیاس کر کے اس پر اجتہادی اختلاف کی شرائط ٹھونسنے کی کوشش کرنا، اپنے من گھڑت اصول گھڑ کر دوسروں کو ان کی بنیاد پر بات کرنے کی دعوت دینا۔ یہ وہ ''علمی وتحقیقی'' دغابازیاں اور مکاریاں ہیں جن سے ''الشریعہ'' کی طرف سے بلا تکلف استفادہ کیا گیا اور اب تک بے کھٹکے کیا جا رہا ہے۔

جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کے اس طرزِ عمل کے نتائج جب برآمد ہونے شروع ہوئے تو رفتہ رفتہ اکابر علمائے کرام اِس طرف متوجہ ہوئے۔ مختلف اوقات میں خاندان اور باہر کے بہت سے حضرات نے ''الشریعہ'' کی پالیسی اور جناب عمار خان ناصر کے بارے میں جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب سے بات کی، انفرادی اور اجتماعی شکل میں مولانا سے ملنے والے حضرات نے اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے

یہی مطالبہ کیا کہ عمار خان ناصر کو ''الشریعہ'' اور ''الشریعہ اکیڈمی'' سے ہٹایا جائے اور اس کے افکار و نظریات کی اشاعت کے بجائے ان سے برأت کا اعلان کیا جائے، نیز الشریعہ کی باطل افکار و نظریات اک پرچار کرنے والی اس نا قابل فہم پالیسی کو تبدیل کیا جائے۔لیکن افسوس کہ نہ صرف مولانا زاہد الراشدی صاحب نے اس معقول مطالبے کو سنجیدگی سے نہیں لیا بلکہ اس معاملے پر بات کرنے والے حضرات کو کبھی ٹال مٹول اور کبھی نہایت سختی اور ترشی سے جواب دیا۔ چنانچہ جب آپ سے عمار خان صاحب کے افکار و نظریات بیان کر کے انہیں کنٹرول کرنے کی بات کی جاتی تو انتہائی تلخی سے جواب ملتا کہ: ''کیا میں اسے گولی مار دوں؟''۔

جناب عمار خان ناصر:

مولانا زاہد الراشدی صاحب سے اہل حق علمائے کرام کی ناراضگی کا ایک اہم سبب جناب عمار خان ناصر صاحب ہیں جو مشہور متجدد جناب جاوید احمد غامدی کے شاگردِ خاص اور ان کے نظریات کے ترجمان و شارح ہیں۔ گو انہیں امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر کی شاگردی کا شرف بھی حاصل ہے مگر جاوید احمد غامدی صاحب کی بادۂ اجتہاد کے بلوریں جام سے چسکیاں لینے کے بعد اقبال کا یہ شعر ان پر پوری طرح صادق آتا ہے کہ:

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبت زاغ

عمار خان ناصر صاحب کو جناب جاوید غامدی صاحب کی صحبت میں جو فیضان ملا ہے وہ یہ ہے:
مسجد اقصیٰ کو یہودیوں کا حق قرار دینا، توہین رسالت کے قانون کو تبدیل کرنے کا مطالبہ کرنا، رجم کا انکار، تصویر کی اجازت، ساز و طبلہ کی اباحت، اجماع کا انکار، یہود و نصاریٰ کی ہمنوائی و ہمدردی اور اہل حق کی تحقیر و تمسخر......افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ حضرت امام اہل سنتؒ سے ملی ہوئی دین حق پر استقامت اور اسلاف امت پر اعتماد کی انمول دولت جناب غامدی صاحب کے حوالے کر کے ان سے مندرجہ بالا گمراہی کے ٹھیکرے خرید کر نہ صرف بے حد خوش و خرم اور مطمئن ہیں بلکہ حضرت امام اہل سنت کی راہ اور ان کے مشن پر قائم رہنے والوں پر ازراہِ تمسخر خنداں کناں ہیں......والی اللہ المشتکیٰ۔

دنیا میں بہت سے بڑے لوگوں کی اولاد غلط راہ پر چل پڑتی ہے، حضرت نوحؑ کے بیٹے کی غرقابی کا منظر کس کی نظر سے فراموش ہو سکتا ہے؟ اگر صرف مولانا زاہد الراشدی صاحب کا بیٹا غلط عقائد و نظریات کو اختیار کرتا تو مولانا زاہد الراشدی کو کوئی فرق نہ آتا، لیکن ماجرا یہ ہے کہ مولانا زاہد الراشدی کا وہی بیٹا ان کا ''جانِ پدر'' اور ''لختِ جگر'' بنا ہوا ہے، وہی مولانا کے رسالے ''الشریعہ'' کا مدیر اور وہی ان کی ''الشریعہ

اکیڈمی'' کا کرتا دھرتا ہے، مولانا نے کبھی اس کے گمراہ اور ضال مضل ہونے کا اعلان نہیں فرمایا اور نہ ہی اس کی سرپرستی سے ہاتھ اٹھایا، اس کی تحقیق بے مہار، اس کا قلم بے لگام ہے، اس کے باوجود بڑے دھڑلے سے اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہتا ہے اور پھر حضرت امام اہل سنتؒ کو اپنا ہمنوا قرار دینے کی کوشش بھی کرتا ہے اور مولانا زاہدالراشدی صاحب اس کی بلائیں لیتے ہوئے نہیں تھکتے۔ اس صورت حال میں بھی اگر کوئی اس خوش فہمی میں رہنا چاہتا ہے کہ مولانا زاہدالراشدی صاحب، عمار خان ناصر کی فکری گمراہی کے ذمہ دار نہیں ہیں تو اس کی سادہ دلی پر افسوس کے علاوہ اور کیا کِیا جا سکتا ہے؟

ماہنامہ الشریعہ:

جناب مولانا زاہدالراشدی صاحب کا رسالہ الشریعہ ان کے افکار کا پاسبان اور ان کے خیالات کا ترجمان ہے، وہ اسے آزاد فورم کہتے ہیں اور اسی آزادی کے ضمن میں وہ سب کچھ کہہ یا کہلوا ڈالتے ہیں جو اس آزادی کے بغیر کسی کو کہنے کی ہمت نہیں ہو سکتی، یہ وہ مدرسہ ہے جہاں ہر کوئی استاد ہے اور وہ عدالت ہے جہاں ہر کوئی جج، اس میں کوئی بحث ومباحثہ چھیڑنے یا پہلے سے چھڑے ہوئے بحث ومباحثہ میں حصہ لینے کے لیے کسی قابلیت یا کسی علمی وتحقیقی اصول وضابطہ کی کوئی شرط نہیں کہ اس کی بنیاد ہی امت کے اجماعی واتفاقی اصول وضوابط کو بالائے طاق رکھ کر اپنے من چاہے اصول وضوابط گھڑنے پر ہے۔ کسی بھی مسلک وعقیدہ کا کوئی بھی شخص کسی بھی موضوع سے متعلق کوئی بھی بحث چھیڑ کر اسے الشریعہ کے صفحات میں سجانے کے لیے پیش کر سکتا ہے۔ البتہ اس آزاد فورم سے فیضیاب ہونے کے لیے ''اخلاق'' کی پاسداری کی شرط ضرور ہے جو دال میں کنکر یا کباب میں ہڈی بن جانے والے دقیانوس حضرات کو لتاڑنے کے کام آتی ہے۔ اپنے اوپر ہونے والی تنقید کو بھی کھلے دل سے شائع کر دینا الشریعہ کا طغرۂ امتیاز ہے، مگر اتفاق کہیے یا کچھ اور کہ مجلّہ صفدر میں الشریعہ پر بہت سے تنقیدی مضامین شائع ہونے کے باجود ہماری یادداشت کے مطابق کسی مضمون کو الشریعہ میں اشاعت کا شرف حاصل نہیں ہو سکا۔ وللہ الحمد

غیروں سے کہا تم نے، غیروں سے سنا تم نے　　　کچھ ہم سے کہا ہوتا، کچھ ہم سے سنا ہوتا

وفاق المدارس کی طرف سے تصفیہ کی کوشش:

دیوبندی مدارس کے مشترکہ پلیٹ فارم ''وفاق المدارس العربیہ'' پاکستان کی طرف سے جب مولانا زاہدالراشدی، عمار خان ناصر اور ماہنامہ الشریعہ کی پالیسیوں پر تحفظات کا اظہار کیا گیا اور اس سلسلے میں ایک مضمون ماہنامہ وفاق میں شائع ہوا تو مولانا زاہدالراشدی اور جناب عمار خان ناصر، دونوں نے اس کا جواب انتہائی جارحانہ انداز میں دیا، جب معاملہ شدت کی طرف بڑھا تو وفاق کے سرکردہ حضرات میں سے ایک مقتدر شخصیت نے

مولانا زاہدالراشدی صاحب سے درخواست کی کہ وفاق کے ''غیر جانبدار اور ذمہ دار'' افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی جائے جس کے سامنے مولانا زاہدالراشدی صاحب اپنے اوپر عائد کیے گئے الزامات کی وضاحت کردیں تاکہ معاملہ یہیں بحسن وخوبی انجام پذیر ہوجائے، بعض ذمہ دار حضرات کے مطابق مولانا راشدی صاحب کو یہاں تک عرض کیا گیا کہ چار ارکان پر مشتمل اس کمیٹی میں تین حضرات آپ کے حمایتی ومؤید ہوں گے، یہ پیشکش نہایت معقول اور مناسب تھی، ایسی کوئی وجہ نہیں تھی جس کی بنا پہ اس کا انکار کیا جاتا، مگر افسوس کہ جناب مولانا راشدی صاحب نے اس معقول اور مناسب پیشکش کے جواب میں فرمایا کہ: ''میں کوئی مجرم نہیں ہوں جو عدالت میں حاضری دوں۔'' جب مزید اصرار کیا گیا تو فرمایا کہ: ''میرے پاس وقت نہیں، اگر کسی وقت میرا کراچی جانا ہوا، اس وقت یہ حضرات بھی وہاں جمع ہوجائیں تو بیٹھ جاؤں گا۔'' لیکن افسوس کہ اس کی نوبت بھی نہ آسکی۔

اکابر علمائے دیوبند کا اعلانِ حق:

دارالعلوم دیوبند کا خمیر حق گوئی وبیبا کی سے اٹھایا گیا تھا، تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی اپنے یا پرائے نے اسلامی نظریات وعقائد کے بالمقابل کوئی نظریہ امت میں پھیلانے کی کوشش کی تو دیوبند ہی کے فرزندوں نے بلاخوف وخطر اس کی سرکوبی کا فریضہ سرانجام دیا، قادیانیت ہو یا شیعیت، مودودیت ہو یا خارجیت، مماتیت ہو یا غیر مقلدیت ہر فتنے نے باندازِ دگر اس عظیم جامعہ کے بیٹوں کا امتحان لیا مگر یہ بوریہ نشین بتوفیق الٰہی سرخرو ٹھہرے، فرزندانِ دیوبند کی اس تاریخ ومزاج کو سامنے رکھتے ہوئے ان حضرات (راشدی وعمار صاحبان) کو بھی معلوم تھا کہ وہ اپنے باطل خیالات وافکار پر دجل وفریب کے کتنے ہی پردے ڈال لیں، ایک نہ ایک دن ضرور علمائے حق کی طرف سے ان کے اس طرزِ عمل کا محاسبہ کیا جائے گا، لہٰذا حفظِ ماتقدم کے طور پر ان کی طرف سے ایسی ذہن سازی بھی جاری رہی کہ اگر اکابر علمائے دیوبند ان کی ہفوات پر گرفت فرمائیں بھی تو پہلے سے ایسی فضا پیدا کردی جائے کہ عوام الناس پر اس کا کوئی اثر نہ ہو۔ اب لوگوں کو یہ بتایا جانے لگا کہ مولانا منظور احمد چنیوٹی نوراللہ مرقدہ بھی بغیر تحقیق کے لوگوں پر قادیانیت کا فتویٰ لگادیا کرتے تھے، یہ اطلاع بہم پہنچانا بھی ضروری سمجھا گیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ نے بھی ان کو گمراہ قرار دیا تھا، مقصد یہ تھا کہ جب بھی اہل حق علمائے کرام ان کی خرافات پر گرفت فرمائیں تو کہنے والے خود ہی کہہ دیں کہ جب مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ، امام بخاری کے اساتذہ اور اس درجے کے دوسرے اساطینِ علم وکمال بھی بلاتحقیق دوسروں پر فتویٰ لگانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے تو آج کے دور کے علم وتقویٰ کے تاجدار بھی اگر ایسی حرکت کر گزریں تو کچھ بعید نہیں ہے کہ ؏ ایں خانہ ہمہ آفتاب است اپنے فاسد خیالات کی اشاعت وحفاظت کے لیے ماضی قریب اور بعید کے اکابر علمائے کرام پر بہتان طرازی کو بصد شوق دستورِ عمل

بنایا گیا، خصوصاً جب ان حضرات کو احساس ہوا کہ اب اکابر علمائے کرام کو زیادہ دیر تک اندھیرے میں رکھنا ممکن نہیں تو اب احتیاطاً ایسی تحریرات پہلے ہی سے شائع کرنا شروع کر دیں جن سے اپنی مظلومیت اور حق گو علمائے کرام کی سنگ دلی وشدت پسندی کا تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، جناب مولانا عبدالرؤف فاروقی صاحب مولانا زاہدالراشدی صاحب کے دفاع میں تحریر فرمودہ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''ان پر الزامات کی ایک طویل فہرست تیار ہوگئی ہے اور باقاعدہ فردِ جرم بھی عائد کر دی گئی ہے، اب سزا سنانا باقی ہے اور وہ کسی ایک مفتی کی طرف سے فتویٰ کی صورت میں ہوگی اور لگتا ہے کہ اس کی تائید وتصویب میں مفتیان کرام کی ایک لائن لگ جائے گی کہ ہم نے چھ چھ ماہ اور ایک ایک سال کے تخصص کی صورت میں مفتاین کرام کی ایک بڑے کھیپ تیار کر رکھی ہے، جنہیں فتویٰ لکھنا بے شک نہ آئے، کسی فتویٰ کی تائید میں تائید کے اصطلاحی الفاظ لکھنے کی مہارت تو بہر حال حاصل ہے۔'' [نصرت العلوم، نومبر ۲۰۱۳ء]

دینِ محمدی کے وارث، علمائے کرام کے بارے نفرت واستہزا کے بھبھو کے اڑاتی یہ بدبودار عبارت کسی کالج زدہ مسٹر یا ایمان فروش اینکر پرسن کی نہیں بلکہ خود مدارس ومساجد سے فیض یافتہ ایک عالم کی ہے اور شاید مدرسہ ومسجد کے فیض یافتہ حضرات کو مسجد و مدرسہ ہی کے اکابرین کے متعلق اس لب ولہجہ پر لے آنا ہی مولانا زاہدالراشدی صاحب کی محنت کا حاصل ہے۔فریب اور دھوکہ بظاہر کتنا ہی مرصع کیوں نہ ہو، اس کی عمر زیادہ نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ حق کے سامنے زیادہ دیر تک ٹھہر سکتا ہے۔اللہ جل شانہ نے اس دین مبین کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے اور اسباب کی دنیا میں اس اہم ذمہ داری کے لیے علمائے حق کو منتخب فرمایا ہے۔ ہر دور میں علمائے حق حدیث شریف کی پیشین گوئی کے مطابق انتفائے انتحال مبطلین اور ردِ تحریف ضالین کا فریضہ انجام دیتے چلے آئے ہیں، لہٰذا اللہ جل شانہ نے احسان فرمایا کہ وقت کے عظیم الشان اور چوٹی کے علمائے کرام کو اس فتنہ کی طرف متوجہ فرمایا۔مولانا زاہدالراشدی صاحب کے مقام ومرتبہ اور حضرت امام اہل سنتؒ سے نسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ادب واحترام کے دائرے میں بے شمار مرتبہ مختلف حضرات کی طرف سے ان سے اپنی روش پر نظر ثانی کرنے کی درخواست کی گئی جس کا کبھی سنجیدہ جواب ان کی طرف سے نہ مل سکا۔تفہیم وتلقین کا ہر حربہ اختیار کر لینے کے بعد بھی جب حضرت مولانا زاہدالراشدی صاحب نے اپنی روش کو تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی تو بالآخر استاذ العلماء حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے حضرت مولانا زاہدالراشدی صاحب سے بائیکاٹ کے اعلان پر مشتمل ایک جامع تحریر مرتب فرمائی جس پر ملک کے چوٹی کے علمائے کرام نے دستخط فرمائے۔ اب تک حضرت الشیخ کے علاوہ استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہ، حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ، حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ، نمونہ اسلاف حضرت

مولانا محمد حسن مدظلہ، حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب مدظلہ، حضرت مولانا قاضی ارشد الحسینی صاحب مدظلہ، حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہ، حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہ، حضرت مولانا مفتی زکریا صاحب مدظلہ (دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور) اور دیگر بڑے بڑے اکابر علمائے کرام ومفتیان عظام دستخط فرما چکے ہیں۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم کی تحریر پر موجود اہم اہم دستخط اس شمارے میں شائع کیے جارہے ہیں، مزید تائیدات ودستخط ان شاءاللہ آئندہ اشاعتوں میں شائع کیے جاتے رہیں گے۔

یہ سارے علمائے کرام جو مولانا کی ذاتی خدمات کے حوالے سے ان کے قدرداں رہے ہیں، مولانا کے ساتھ قریبی تعلق رکھتے ہیں، حضرت امام اہل سنتؒ کی نسبت سے مولانا پر عقیدت واحترام کے پھول بچھاتے رہے ہیں، مولانا کے بلاوجہ دشمن نہیں ہوگئے۔ اگر ان تمام علمائے کرام کو وہ ''چھ چھ ماہ اور ایک ایک سال کا کورس کرکے مفتی بن جانے والے'' علماء نہیں سمجھتے، اور اگر ''ذمہ دار'' علمائے کرام کی صف میں مولانا کے نزدیک ان کی بھی کوئی جگہ ہے تو للہ ابھی بھی وقت ہے کہ وہ مزید بحث ومباحثہ کا دروازہ کھولنے کی بجائے ان اکابر پر اعتماد کرتے ہوئے ''والا تغفر لی و ترحمنی اکن من الخسرین'' کہتے ہوئے اپنے بیٹے عمار خان ناصر کی سرپرستی سے دستبردار ہوجائیں اور نت نئے اجتہادات اور ''وقت کے تقاضوں'' کو لات مارتے ہوئے جمہور اکابر اہل سنت اور اکابر دیوبند کے نقش قدم کو ہی حرزِ جاں بنالیں۔ اسی میں ان کیلئے خیر وعافیت ہے اور یہی ان کے والد محترم اور ہم سب کے سروں کے تاج، امام اہل سنت علیہ الرحمہ کی روح کی تسکین کا باعث ہے۔

ہم ذمہ داری سے ان کی خدمت میں عرض رساں ہیں کہ اگر وہ اس جرأت مندانہ اقدام پر آمادہ ہوجائیں تو یہ تمام حضرات بخوشی اپنے دستخط واپس لے لیں گے اور ان کے ان دستخطوں سے رجوع کا اعلان بھی ہم بصد شوق وافتخار اسی طرح ''مجلّہ صفدر'' میں شائع کریں گے جیسے یہ دستخط شائع کئے جارہے ہیں۔ ہماری ان کے ساتھ سب سے بڑی عقیدت اور محبت حضرت امام اہل سنتؒ کی نسبت کے حوالے سے ہے۔ اگر وہ اسی نسبت کی لاج رکھتے ہوئے انہیں کے نقش قدم کو دستور زندگی بنانے کو تیار ہیں تو آج بھی وہ ہمارے سروں کے تاج، ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ واللہ العظیم ہم ان شاءاللہ ان کے قدموں کی خاک کو بھی سر پر رکھنا اپنے لئے باعث صد عزت وافتخار سمجھیں گے۔ اور اگر انہیں اس نسبت کی لاج نہیں ہے تو پھر وہ ہم سے بلکہ حضرت امام اہل سنتؒ کے پیروکار کسی بھی دیوبندی سے کسی قسم کی رعایت یا ادب واحترام کی توقع ہرگز نہ رکھیں۔ اس صورت میں اگر ان کو ہم سے بے ادبی کا کوئی شکوہ ہوا تو معذرت کے ساتھ یہی عرض کیا جائے گا کہ:

محتسب خم شکست و من سرِ او

السن بالسن و الجروح قصاص

مولانا عبدالرحیم چاریاری

جناب عمار خان ناصر صاحب......اور مولانا زاہد الراشدی صاحب سے علمائے حق کے بائیکاٹ کے اسباب

برادرانِ اہل السنۃ والجماعۃ!

سابقہ مضامین سے آپ بخوبی جان چکے ہوں گے جناب عمار خان ناصر صاحب، ماہنامہ الشریعہ اور مولانا زاہد الراشدی صاحب سے اکابر اہل سنت نے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا ہے، مزید تفصیل اگلے صفحات میں پڑھ لیں گے، ان شاء اللہ۔ جو حضرات مجلّہ صفدر کے سابقہ شماروں، مولانا مفتی عبدالواحد کی کتاب ''عمار خان کا نیا اسلام''، مولانا عبدالحق خان بشیر کے مقالہ ''امام اہل سنت کا مسلک اعتدال اور عمار خان ناصر'' یا ہماری کتاب ''نوازشات'' کا مطالعہ کر چکے ہیں وہ تو کسی حد تک اُن اسباب سے آگاہ ہو چکے ہوں گے جن کی بنا پر اکابرِ اہلِ سنت نے اِن لوگوں سے بائیکاٹ کا اعلان کیا۔ ذیل میں چند ایک اسباب ذکر کیے جاتے ہیں، تاکہ جن حضرات کو علم نہیں وہ بھی جان لیں اور پوری بصیرت اور شرحِ صدر کے ساتھ اکابر کے فیصلہ پر عمل پیرا ہوں۔ نیز یاد رہے کہ یہاں تمام اسباب کا استقصاء مقصود نہیں بلکہ جو کچھ باحوالہ دستیاب ہو سکا، پیش کر دیا ہے، ان شاء اللہ وقتاً فوقتاً مزید اسباب بھی ذکر کیے جاتے رہیں گے۔ ذیل میں پہلے عمار خان صاحب کی بے اعتدالیوں کا ذکر کریں گے، پھر مولانا راشدی صاحب کی۔ بعون اللہ وتوفیقہ

محمد عمار خان ناصر

جناب محمد عمار خان ناصر صاحب جناب جاوید احمد غامدی صاحب کے شاگردِ خاص، ان کی فکر سے متأثر اور ان کے نظریات کے شارح وترجمان ہیں۔ اکثر مسائل میں اجماع امت سے الگ تھلگ مؤقف اور نظریہ رکھتے ہیں بلکہ اجماع ہی ان کے نزدیک ایک افسانہ سے زیادہ کوئی وقعت وحیثیت نہیں رکھتا۔ عرصۂ دراز تک غامدی صاحب کے ادارے ''المورد'' کے باقاعدہ تنخواہ دار ملازم رہے ہیں۔ اب بھی انہی کے افکار وخیالات کی ترویج وترجمانی کا زرّیں کارنامہ انجام دینے کیلئے روز وشب مصروفِ عمل ہیں۔ امام اہل سنتؒ کا پوتا جناب جاوید غامدی صاحب کا مرید ہو کر ان جیسی حرکات میں مبتلا ہے تو اس پر علامہ اقبال کا یہ شعر بجا طور پر صادق آتا ہے ؎

یہ مانا! اصل شاہینی ہے تیری   تیری آنکھوں میں بے باکی نہیں ہے

غامدی صاحب کے فیضِ صحبت سے ان پر کیا رنگ چڑھا ہے؟ ملاحظہ فرمائیں:

ا......اجماع ایک علمی افسانہ ہے!

جناب عمار خان ناصر صاحب کے تمام فاسد نظریات وعقائد کی بنیاد ان کا یہ نظریہ ہے کہ ''کوئی قطعی بات قطعی نہیں ہے'' اور ''ہر قطعی بات پر نئے سرے سے غور وفکر کیا جاسکتا ہے''، اسی کا نام اجماع کا انکار ہے۔ اس گمراہ کن نظریے کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی کہے کہ نمازیں پانچ نہیں بلکہ چھ ہیں یا روزے رمضان میں نہیں بلکہ جنوری میں فرض ہیں، اور ساتھ اپنے اس فاسد خیال کے کچھ من گھڑت دلائل بھی بیان کردے تو عمار خان کے نزدیک یہ تحقیق بیان کرنا اس کا حق ہے۔ ایسے شخص پر فتویٰ بھی نہ لگانا چاہئے، یہ محقق ہے اور اس کی تحقیق کا تحقیق کے ساتھ جواب دینا چاہئے۔

''اجماع امت'' دلائل شرعیہ میں سے ایک دلیل شرعی ہے، ترتیب ومرتبہ کے اعتبار سے اگر چہ اس کا درجہ تیسرا ہے، لیکن اہمیت ووزن کے اعتبار سے یہ دیگر دلائل شرعیہ پر فوقیت رکھتی ہے، کیونکہ قرآن وسنت کے کسی بھی فکر وحکم کی تشریح کے لیے سب سے بڑی ''اتھارٹی'' یہی دلیل ہے، اسی لیے ہر مفسد وگمراہ گروہ نے اپنی من پسند شریعت بنانے کے لیے سب سے پہلے اسی دلیل پر حملہ کیا، کیونکہ اس کے بغیر قرآن وسنت کی من پسند تعبیر وتشریح ممکن ہی نہیں، غامدی فکر نے بھی سب سے پہلے اسی دلیل کو نشانہ بنایا۔ عمار خان ناصر بھی نہ صرف اس دلیل شرعی کو اتھارٹی ماننے اور اسکی حجیت تسلیم کرنے سے انکاری ہیں بلکہ وہ اس کے وجود کی ہی نفی کرتے ہیں۔ وہ اسے محض ایک ایسا علمی افسانہ قرار دیتے ہیں جس کا حقیقت کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''یہ حقیقت اپنی جگہ بالکل واضح ہے کہ علمی وفقہی تعبیرات کے دائرے میں حقیقی معنوں میں کسی ''اجماع'' کے امکان یا انعقاد کا تصور محض ایک علمی افسانہ ہے، جس کا حقیقت کے ساتھ دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔'' [براہین، ص: ۱۲۵]

ایک مقام پر لکھتے ہیں:

> ''تاہم واقعہ یہ ہے کہ یہ (اجماع کے حجت ہونے کا) خیال جس قدر عام ہے اتنا ہی حقیقت واقعہ سے دور اور امت مسلمہ کی علمی روایت کے نہایت محدود، سطحی اور عامیانہ مطالعے کا نتیجہ ہے۔'' [ص: ۱۶۶]

ایک اور جگہ اجماع کی حجیت کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ: جب کسی صاحب علم کو سابقہ آراء وتوجیہات پر اطمینان نہ ہو تو اسے اس بات کا پابند کرنا کہ وہ اجماع ہی کے دائرے میں اپنے آپ کو ضرور مطمئن کرنے کی کوشش کرے، ایک لایعنی بات ہے۔'' (مفتی عبد الواحد کی تنقیدات کا ایک جائزہ، ص۔۲۱)

۲......اتباع سلف سے انحراف کوئی بے اصولی نہیں!

جب تمام امت کے اجماع ہی کی کوئی اوقات نہیں تو اتباعِ سلف کی کیا قدر و قیمت ہوسکتی ہے؟ ملاحظہ فرمائیے!

''ان سب کے پیچھے یہ مفروضہ کارفرما ہے کہ کسی آیت یا حدیث کی تشریح میں یا کسی علمی وفقہی مسئلے سے متعلق سلف سے منقول آراء سے ہٹ کر کوئی رائے قائم کرنا یا کوئی نئی تعبیر پیش کرنا ایک امر ممنوع ہے اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ علمی بے اصولی کا مرتکب ہوتا ہے۔ میرے نزدیک چونکہ یہ بات ہی سرے سے درست نہیں، اس لیے میں اسے کوئی بے اصولی بھی نہیں سمجھتا۔'' [براہین، ص:۱۷۴]

۳......رجم کی شرعی حیثیت سے انکار!

محصن زانی کیلئے رجم کی سزا پوری امت کے اجماع سے ثابت ہے، لیکن جناب عمار خان صاحب جب اجماع ہی کو خاطر میں نہیں لاتے تو رجم کی سزا کی مشروعیت کو بھلا کیوں تسلیم کرنے لگے، چنانچہ دیگر مستشرقین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے وہ رجم کی سزا کا بھی انکار کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

''سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۵ میں زنا کے جن عادی مجرموں کے لیے عبوری سزا بیان کی گئی ہے۔ ان کا جرم چونکہ زنا کے عام مجرموں کے مقابلے میں کئی گناہ زیادہ سنگین تھا۔ اوران میں بالخصوص یاری آشنائی کا تعلق رکھنے والے بدکار جوڑے اس عرصے میں توبہ واصلاح کا موقع دیئے جانے کے باوجود اپنی روش سے باز نہیں آئے تھے۔ اس لیے عام مجرموں کے برخلاف زنا کے یہ عادی مجرم بدیہی طور پر اضافی سزاؤں کے بھی مستحق تھے، چنانچہ ان کے بارے میں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت کی گئی کہ سو کوڑوں کے ساتھ ساتھ ان کی جلاوطنی اور رجم کی اضافی سزائیں بھی نافذ کی جائیں۔ صدرِ اول سے اہل علم کی غالب ترین اکثریت کا نقطہ نظر یہ رہا ہے کہ عبادہ بن صابت کی روایت اوراس کے علاوہ جلاوطنی اور رجم کی سزاؤں سے متعلق دیگر روایات زنا کے عام مجرموں ہی سے متعلق تھے اور متعدد روایات سے بظاہر اس رائے کی تائید ہوتی ہے۔ اس رائے کے مطابق ان اضافی سزاؤں کو ہر طرح کے زانی پر قابل اطلاق مانا جائے تو یہ بات بظاہر قرآن مجید کے مدعا سے متجاوز قرار پاتی ہے''۔ (حدود وتعزیرات۔ ص۔ ۱۳۷ تا ۱۳۸)

یعنی صدرِ اول سے لے کر اب تک کے اہلِ علم قرآن پاک کے مدعا سے تجاوز کرتے رہے۔

۴......مرد کے طلاق کے حق میں رخنہ اندازی:

''اگر کوئی شخص نادانی، جذباتی کیفیت، مجبوری یا کسی بدنیتی کی بنیاد پر طلاق دیدے تو رشتۂ نکاح کے تقدس کے پیش نظر یہ مناسب بلکہ بعض صورتوں میں ضروری ہوگا کہ اسے غیر مؤثر قرار دیا جائے یا اس

پر عدالتی نظر ثانی کی گنجائش باقی رکھی جائے۔'' [الشریعہ، فروری ۲۰۱۳ء]

مزید لکھتے ہیں:

''یہ اصول قائم کر لینا کسی طرح درست نہیں کہ طلاق کے معاملے میں سوچ سمجھ کر اور پورے شعور کے ساتھ فیصلہ کرنا سرے سے کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتا اور شوہر جس کیفیت و حالت میں بھی طلاق لے لفظ منہ سے نکال دے، وہ نافذ ہو جائے گی اور اس کی کسی مجبوری یا عذر کو کوئی وزن نہیں دیا جائے گا۔''

[الشریعہ، فروروی ۲۰۱۳، ص: ۳۸]

پھر لکھتے ہیں:

''شارحین نے ''اغلاق'' کا مصداق جبر و اکراہ کو بھی قرار دیا ہے اور شدید غصے کی کیفیت کو بھی۔ میری رائے میں دونوں باتیں درست ہیں، اس لیے کہ نہ جبر و اکراہ کی صورت میں خاوند کا حقیقی ارادہ وعزم کارفرما ہوتا ہے اور نہ شدید غصے کی کیفیت میں۔ (لہٰذا دونوں حالتوں میں دی گئی طلاق غیر نافذ ہو گی۔ [ناقل])

پھر یہ کہ کسی بھی صورت حال میں دی گئی طلاق کو خاوند کے دائرۂ اختیار کی حد تک مؤثر مان لیا جائے تو بھی اس سے عدالت کے نظر ثانی کے حق کی نفی لازم نہیں آتی، قاضی کو ''ولایت عامہ'' کے تحت جس طرح تمام دوسرے معاملات میں فریقین کے مابین طے پانے والے کسی معاہدے یا کسی صاحب حق کے اپنے حق کو استعمال کرنے پر نظر ثانی کا اختیار حاصل ہے، اسی طرح طلاق کے معاملے میں بھی حاصل ہونا چاہیے۔'' [الشریعہ، فروری ۲۰۱۳، ص: ۳۹]

۵......عورتوں کو طلاق کا حق دینے کیلئے حیلہ سازی!

اسلام میں طلاق کا حق صرف اور صرف مرد کے پاس ہے جبکہ مغرب اور مغرب زدہ مسلمان چونکہ مرد و زن کی برابری کے قائل ہیں لہٰذا طلاق دینے کے حق میں بھی مرد اور عورت کو مساوی سمجھتے ہیں۔ جناب عمار خان ناصر صاحب صاف الفاظ میں یہ بات نہیں کہہ سکے تو ہیر پھیر کر کے فرماتے ہیں:

''معاصر تناظر میں اس الجھن کا حل یہ ہو سکتا ہے کہ نکاح کے وقت طلاق کے حق کو مناسب شرائط کے ساتھ کسی ثالث یا خود عورت کو تفویض کر دینے کو قانونی طور پر لازم کر دیا جائے یا یہ قرار دیا جائے کہ اگر عورت خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے تو ایک مخصوص مدت کے اندر شوہر بیوی کو مطمئن کرنے یا طلاق دینے کا پابند ہو گا، ورنہ طلاق خود بخود واقع ہو جائے گی۔'' [الشریعہ، فروری ۲۰۱۳، ص: ۳۹]

۶......مسجد اقصیٰ کو یہودیوں کا حق قرار دینا!

جناب عمار خان ناصر صاحب کے نزدیک مسجدِ اقصیٰ کے احاطے میں موجود گنبدِ صخرہ یہودیوں کا قبلہ ہے اور وہاں اپنے لئے عبادت گاہ (ہیکل) تعمیر کرنا ان کا اخلاقی و قانونی حق ہے، اور مسلمان ان کا یہ حق

ان کو نہ دے کر ظلم وعدوان کے مرتکب ہو رہے ہیں اور یہود و نصاریٰ کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔اس موضوع پر ان کی کتاب ’’براہین‘‘ میں ان کا تقریباً دوسو صفحات پر مشتمل مضمون ہے۔

اس میں فرماتے ہیں:

’’اس سلسلے میں ہماری گذارش یہ ہے کہ واقعہ اسراء ورتحویلِ قبلہ کے واقعات یقیناً مسجدِ اقصیٰ کے ساتھ مسلمانوں کی اعتقادی اور مذہبی وابستگی کے اسباب میں سے اہم سبب ہیں، لیکن ان کی یہ تعبیر کہ اب اس مقام پر صرف اور صرف مسلمان حق رکھتے ہیں اور یہود کے تمام اعتقادات وجذبات کی کوئی وقعت نہیں ہی، عقلی اور اعتقادی، دونوں لحاظ سے ایک نہایت بودا موٴقف ہے۔‘‘ (براہین صفحہ ۳۰۶)

۷......صحابہؓ پر طعن وتشنیع!

مفتی عبدالواحد صاحب نے لکھا کہ: دورِ نبوت میں منافقین کو بھی اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ زنا بالجبر جیسا قبیح فعل انجام دے سکیں، تو جناب عمار خان ناصر جواب میں ظلم کی انتہا کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’ممکن ہے مولانا محترم کا یہ مفروضہ منافقین کے بارے میں درست ہو۔لیکن جہاں تک مخلص اور خداترس اہل ایمان (صحابہ کرام) کا تعلق ہے تو مستند روایات کی رو سے وہ ایسا (زنا بالجبر) کرنے کی پوری پوری جرأت رکھتے تھے۔‘‘ (مفتی عبدالواحد کی تنقیدات کا ایک جائزہ، ص،۴۲)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

’’اس معاشرے میں آپ کے تربیت یافتہ اور بلند کردار صحابہؓ کے علاوہ منافقین وتربیت سے محروم کمزور مسلمانوں کی بھی ایک بڑی تعداد موجود تھی جو مختلف اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں میں مبتلا تھی۔اسی طرح کے گروہوں میں نہ صرف پیشہ وارانہ بدکاری اور یار آشنائی کے تعلقات کی مثالیں پائی جاتی تھیں بلکہ مملوکہ لونڈیوں کو زنا پر مجبور کر کے ان کے ذریعے سے کسب معاش کا سلسلہ بھی جاری وساری تھا۔‘‘

(تنقیدات کا ایک جائزہ، ص،۴۳)

یادرہے کہ تربیت سے محروم کمزور مسلمانوں سے بھی صحابہ کرام کو مراد لیا جارہا اور ان پر بھی منافقین کے ساتھ ان گھناؤنے الزامات کو تھوپا جارہا ہے۔

۸......قانون ناموس رسالت عوامی جذبات کا نتیجہ ہے!

ناموس رسالت کا قانون ہمیشہ سے کفار اور ان کے ایجنٹوں کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتا ہے اور وہ اس کے بارے میں کچھ نہ کچھ ہرزہ سرائی کرتے ہی رہتے ہیں، تو جناب عمار خان ناصر صاحب اس عظیم کارِخیر میں بھلا کیوں کسی سے پیچھے رہنے لگے؟ چنانچہ فرماتے ہیں:

’’اس کے علاوہ عملاً جن قوانین مثلاً قادیانیوں کے خلاف امتناعی قوانین یا توہین رسالت کی سزاوغیرہ پر

عمل درآمد پر اصرار کیا گیا، ان کے پس منظر میں زیادہ تر عوامی سطح پر پائے جانے والے جذبات کارفرما تھے۔'' [ماہنامہ اجتہاد، مئی ۲۰۰۹، ص:۸]

آگے چل کر اس قانون کے لیے مخلصانہ کوششیں کرنے والے اکابر پر الزام لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور اس کے محرکات میں اسلام کے ریاستی ومعاشرتی کردار کے تحفظ کے مخلصانہ جذبے کے ساتھ ساتھ مذہبی طبقات کی سیاسی اور معاشرتی بقا (political and socil survival) کا سوال بھی یقیناً کارفرما تھا۔'' [ماہنامہ اجتہاد، مئی ۲۰۰۹ء، ص:۸]

۹......حیات عیسیٰ علیہ السلام عقیدہ کا نہیں تحقیق کا مسئلہ ہے!

''ایک روز جناب عمار صاحب سے ہی پوچھا کہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جناب کا کیا عقیدہ ہے؟ ارشاد ہوا: انکار نہیں کرتا، لیکن اس پر قوی اشکالات موجود ہیں، اسے عقیدہ کا نہیں بلکہ تحقیق کا مسئلہ سمجھتا ہوں۔'' [مجلّہ صفدر، ش:۱۵، ص:۴]

اپنی کتاب ''براہین'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک سیدنا مسیح علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے کے مسئلے کا دین کے اصولی تصورات و عقائد سے کوئی تعلق نہیں''۔ (براہین صفحہ ۷۰۹)

۱۰......مرتد کی شرعی سزا کا انکار!

ایک قدم اور آگے بڑھتے ہوئے مرتد کی شرعی سزا کو بے حیثیت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دورِ جدید کی بیشتر مسلم ریاستوں میں ارتداد پر سزائے موت نافذ نہ کرنے کا طریقہ اختیار کیا گیا جو ہماری رائے میں حکم کی علت کی رو سے بالکل درست ہے۔'' (حدود وتعزیرات''، ص ۲۲۸)

آگے لکھتے ہیں:

''منصوص احکام کے ساتھ ساتھ مستنبط اور اجتہادی قوانین واحکام کی وہ عملی صورت جو تاریخ اسلام کے صدرِ اول میں اختیار کی گئی، مذہبی زاویہ نگاہ سے اس کے آئیڈیل اور معیار ہونے کی حیثیت پر سوالیہ نشان کھڑا ہو جاتا ہے۔'' (حدود وتعزیرات، ص، ۱۰۵)

۱۱......اقدامی جہاد کا انکار

کفار ومشرکین اور دشمنان اسلام کی سازشوں اور خوابوں میں سب سے بڑی جو رکاوٹ ہے وہ اسلام اور مسلمانوں کا عقیدۂ جہاد ہے۔ لہٰذا دشمنان اسلام یہ خوب سمجھتے اور جانتے ہیں کہ جب تک جذبۂ جہاد مسلمانوں کے لہو میں دوڑتا رہے گا تب تک ان کو غلام بنانا اور ان کے دین میں رخنہ ڈالنا ناممکن ہے۔ لہٰذا وہ ہمیشہ سے اس نظریہ جہاد کو مسلمانوں کے ذہن سے کھرچنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی ہو یا جاوید احمد غامدی، یا اس کا شاگردِ خاص عمار خان ناصر، سب ایک ہی ڈفلی پر ایک جیسا راگ الاپتے نظر آتے ہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمایئے!

''غلبہ دین اور دعوت دین کے لیے جہاد صرف صحابہ کے لیے تھا اور انہوں نے اپنا کام پورا کر دیا تھا ان کے بعد اس غرض سے جہاد کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر مسلمانوں پر ظلم کیا جائے تو وہ دفع ظلم کے لیے جہاد کر سکتے ہیں۔ اور وہ بھی صرف حکومت کے تابع ہو کر۔'' [الشریعہ نومبر ۲۰۰۹، ص: ۴۵]

۱۲......شیخ اسامہ بن لادن شہید رحمہ اللہ کے بارے ہرزہ سرائی!

جب جہاد کو وہ تسلیم نہیں کرتے تو مجاہدین سے ان کو کس درجہ کا اور کس قسم کا تعلق ہونا چاہئے، بالکل واضح ہے، مجدد جہاد شیخ اسامہ بن لادنؒ کے بارے میں ان کا گھٹیا اور زہر میں بجھا ہوا اندازِ تنقید ملاحظہ فرمایئے، شیخ اسامہ بن لادنؒ کے نظریہ جہاد کا نقشہ کھینچتے ہوئے دل کی گندگی اور بغض کو یوں ظاہر کرتے ہیں:

''مسلمانوں کی ایک ریاست میں بیٹھ کر وہاں کے ارباب حل وعقد کی اجازت ورضامندی کے بغیر ایک غیر مسلم ملک کے خلاف عسکری کارروائیاں کرنا، دشمن کی فوجی طاقت کو ہدف بنانے کی صلاحیت کے فقدان کا بدلہ دشمن کی عام آبادی کو نشانہ بنا کر لینا اور اس کے لیے احمقانہ شرعی جواز گھڑنا، چند برخود غلط جہادی نظریہ سازوں کا اپنی ذات کا لاکھوں مسلمانوں کی جان ومال سے زیادہ اہم سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کرنے کی بجائے پوری کی پوری قوم کو جنگ کے بے پناہ مصائب وآلام کا شکار بنا دینا، عالمی طاقتوں کو اس ملک پر حملہ آور ہونے کا موقع فراہم کرنے کے بعد اپنے غیور میزبانوں کے ساتھ میدان جنگ میں ٹھہرنے اور ان شانہ بشانہ دشمن سے لڑنے کے بجائے وہاں سے فرار ہو کر ایک پڑوسی ملک میں پناہ لے لینا اور اس طرح اپنے وجود نامسعود سے اس ملک کے عوام اور فوج کو بھی جنگ کے شعلوں کی نذر کر دینا، پھر اپنی اور اپنے ہم نوا عناصر کی موجودگی کے خلاف اس ملک کی افواج کی طرف سے مجبوراً فوجی آپریشن کیے جانے پر پوری فوج کو مرتد قرار دینا اور اس بنیاد پر وہاں کے عوام کو اپنی ہی فوج کے خلاف برسرِ پیکار کر دینا اور سب سے بڑھ کر دو مسلمان ملکوں میں قتل وغارت اور فساد کی یہ ساری آگ لگانے کے بعد خود ''شہادت ہے مطلوب ومقصود مومن'' کی تصویر بن کر بیوی بچوں سمیت کسی پُرفضا مقام پر خفیہ سکونت اختیار کر لینا۔'' [الشریعہ، جون ۲۰۱۳، ص: ۳۱-۳۲]

۱۳......سیدنا عمر اور قتل منافق کا واقعہ بیان کرنے والے پیشہ ور اور غیر محتاط واعظین ہیں!

''ہمارے معاشرہ میں پیشہ ور اور غیر محتاط واعظین نے جن بے اصل کہانیوں کو مسلسل بیان کر کر کے زبانِ زدِ عام کر دیا ہے، ان میں سے ایک سیدنا عمرؓ کے ایک منافق کو قتل کرنے کا واقعہ بھی ہے۔''

[براہین، ص: ۶۵۲] [ماہنامہ الشریعہ، دسمبر ۲۰۰۱ء، ص: ۱۸]

اس واقعہ کے مستند ہونے یا نہ ہونے کی بحث اپنی جگہ، لیکن یہ واقعہ نقل کرنے والے سیکڑوں علماء و محققین کو، جن میں خود امام اہلِ سنت مولانا سرفراز خان صفدرؒ بھی شامل ہیں، پیشہ ور واعظ کہنا کس ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے؟

۱۴......اکابر کو ''علمی واخلاقی بددیانتی کا مرتکب'' قرار دینا!

بہت سے اکابر علمائے کرام نے - جن میں امام ابنِ تیمیہؒ اور امام ابنِ قیمؒ بھی شامل ہیں - ایک مسئلہ میں اجماع کا دعویٰ کیا تو جناب عمار خان ناصر صاحب ان پر بددیانتی کا الزام لگاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جو مسئلہ فقہی روایت میں ایک اختلافی اور اجتہادی مسئلہ کے طور پر معروف چلا آ رہا ہے، اسے متفقہ اور اجماعی مسئلہ کے طور پر پیش کرنا اور اس حوالہ سے آزادانہ بحث ومباحثہ کے راستہ میں رکاوٹ پیدا کرنا علمی واخلاقی بددیانتی کے زمرے میں آتا ہے۔''

[توہین رسالت کا مسئلہ، ص: ۹۰]

۱۵......قادیانیوں کی تکفیر اور ان کا بائیکاٹ!

جناب عمار خان ناصر صاحب ایک زمانہ تک اس عقیدے کے حامل رہے کہ قادیانی کافر نہیں مسلمان ہیں، بعد میں قادیانیوں کے کفر کا گول مول اقرار تو کرلیا لیکن یہ اب بھی فرماتے ہیں کہ ان سے بائیکاٹ کرنا دینی حکمت وبصیرت کے خلاف ہے۔ (مجلّہ صفدر مئی ۲۰۱۲، الشریعہ مئی ۲۰۱۲)

۱۶......مدارس کے نظامِ تعلیم پر تنقید اور اس کے ساتھ استہزاء:

''لیکن بدقسمتی سے ہمارے دینی مدارس میں فقہ واجتہاد کی تعلیم وتدریس کا دائرہ ایک مخصوص فقہی مکتبِ فکر کی صدیوں پرانی لکھی گئی کتابوں تک محدود رکھا گیا ہے'' (ایضاً صفحہ ۲۱۳)

آگے لکھتے ہیں:

''یہ صورتِ حال عام اساتذہ اور طلبہ تک محدود نہیں، بلکہ بیشتر پختہ کار اور کہنہ مشق سمجھے جانے والے جید مفتی صاحبان بھی علمی روایت کے ارتقاء اور عملی حالات اور تقاضوں سے کلی طور پر صرفِ نظر کرتے ہوئے حسبِ مراتب ''خروج عن المذہب جائز نہیں'' مختلف فقہی آراء سے استفادہ کرتے ہوئے تلفیق نہیں کی جاسکتی''، ''ائمہ اربعہ کی رائے سے باہر نہیں جانا چاہئے''، ''سلف میں ایک مسئلے میں دو قول ہوں تو تیسرا قول اختیار نہیں کیا جاسکتا'' اور سب سے بڑھ کر ''سابقہ فقہی اجماع کے خلاف کوئی رائے قبول نہیں'' جیسی کتابی بحثوں میں الجھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔'' (ایضاً)

۱۷......علمائے کرام حکومت کی اہلیت نہیں رکھتے:

ایک یونیورسٹی کی طالبہ مشعل سیف نے جناب عمار خان ناصر صاحب کا انٹرویو کیا جو الشریعہ کے

صفحات پر موجود ہے، اس میں فرماتے ہیں:

''آپ طبقہ علماء کو جو ہمارے ہاں موجود ہے، اقتدار دینے کی بات کر رہی ہیں تو میرے خیال میں یہ اس کی بالکل اہلیت نہیں رکھتے۔ ان کے پاس وژن بھی نہیں ہے، ان کو معاشرے کے مسائل کا ادراک بھی نہیں ہے۔'' (الشریعہ اپریل ۲۰۱۳)

علماء کرام کے بارے ہرزہ سرائی کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

''اس وقت ہمارے مذہبی لوگ اہلِ اقتدار اور بارسوخ طبقات کے ساتھ تعلقات بناتے ہیں، لیکن وہ دعوت کے جذبے سے نہیں ہوتا، وہ زیادہ تر اپنا قد اونچا کرنے یا کچھ مفادات حاصل کرنے کیلئے ہوتا ہے۔''

مولانا زاہد الراشدی صاحب

بظاہر جہاں مولانا زاہد الراشدی صاحب کی تحریرات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکابر دیوبند اہل السنۃ والجماعۃ کے افکار و نظریات پر پوری طرح کاربند ہیں، جیسا کہ وہ خود رقم طراز ہیں کہ:

''میں راسخ العقیدہ سنی، شعوری حنفی اور متصلب دیوبندی ہوں۔'' [خطبات راشدی، ج:۱، مقدمہ]

وہیں بہت سے قدیم و جدید مسائل میں ان کی ذہنی ترجیحات کا جھکاؤ اکابر دیوبند کے جمہوری مؤقف سے جدا نظر آتا ہے، اسی طرح علمی و فکری اور سیاسی میدان میں عملی جدوجہد کے حوالہ سے دیگر مکاتب فکر کے ساتھ اختلافی نوعیت اور طرزِ اختلاف کے بارہ میں وہ اپنا ایک جداگانہ اندازِ فکر رکھتے ہیں اور اس معاملہ میں ان کے اندر بے حد لچک پائی جاتی ہے، جس سے علماء دیوبند کو شدید اختلاف ہے، اس لیے کہ پاکستان کے عمومی دینی ماحول کے اندر یہ نرم و سرد طرزِ فکر مسلک دیوبند سے عقیدت مندانہ تعلق رکھنے والے افراد و طبقات کے لیے انتہائی خطرناک ہوسکتا ہے، بلکہ خوفناک حد تک خطرناک ثابت ہو رہا ہے، اور مسلک دیوبند بالخصوص فکرِ امام اہل سنت سے والہانہ و جانثارانہ وابستگی رکھنے والے لاکھوں افراد اس وقت اس متزلزل وڈانواں ڈول طرزِ فکر کے حوالہ سے شدید ترین کرب و اضطراب کا شکار ہیں۔ ذیل میں چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

۱......عمار خان ناصر کی سرپرستی اور تائید:

مولانا زاہد الراشدی صاحب اور ان کے بیٹے جناب عمار خان ناصر صاحب کو ایک دوسرے سے جدا کر کے دیکھنا محال ہے، عمار خان ناصر مولانا زاہد الراشدی صاحب کے مایہ ناز فرزند، انکے تربیت یافتہ، ان کے زیرِ سرپرستی اور زیرِ سایہ کام کرنے والے ہیں۔ جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب کی تحریر ملاحظہ فرمایئے!

''میں نے اسے بالکل آزاد نہیں چھوڑ رکھا ہے، بلکہ جہاں ضرورت محسوس ہو، اسے سمجھاتا ہوں، اس کی راہنمائی کرتا ہوں اور جو بات اس کی سمجھ میں آجائے وہ مانتا بھی ہے''۔ [الشریعہ،]

کاش کہ مولانا واضح فرما دیتے کہ جناب عمار خان ناصر صاحب کے درج بالا افکار کے بارے میں

مولانا راشدی صاحب نے ان کی کیا راہنمائی کی ہے، یہ بات تو سمجھ میں آنے والی نہیں ہے کہ مولانا زاہد الراشدی جیسا عظیم مفکر، جو بات سمجھانے میں اپنا جواب نہیں رکھتا، اپنے ہی بیٹے کو کوئی بات سمجھائے اور اسے سمجھ نہ آئے، لگتا یہی ہے کہ جو کچھ انہیں مولانا راشدی نے سمجھایا ہے، وہ اسی پر کاربند ہیں اور وہی کچھ پھیلا رہے ہیں۔

اسی حقیقت کو جناب عمار خان ناصر صاحب کچھ یوں بیان فرماتے ہیں:

''میں پہلے دن سے اس رسالے کی ترتیب میں معاونِ کی حیثیت سے ان کے ساتھ شریک رہا ہوں اور تربیت لیتا رہا ہوں، لیکن ۲۰۰۱ کے بعد اس کی ادارت باقاعدہ میرے سپرد ہوگئی اور اس کے بعد سے میں ہی اس کو مرتب کرتا ہوں''۔(الشریعہ اپریل ۲۰۱۳ ص ۴۷)

آگے فرماتے ہیں:

''......والدِ گرامی کی پوری سرپرستی اور تائید مجھے حاصل ہے''۔(ایضاً)

ان کی اس پوری پوری تائید، سرپرستی اور حوصلہ افزائی کے بعد اگر ان کو جناب عمار خان ناصر صاحب کے تمام افعال واقوال وتحاریر میں شریک ٹھہرایا جائے تو شائد یہ زیادہ ناروا نہیں ہے۔

''تسامح'' کا لفظ غلط......''بددیانتی'' کا درست:

مولانا راشدی صاحب نے الشریعہ اکتوبر ۲۰۱۱ء کے شمارہ میں ان علماء پر شدید برہمی کا اظہار کیا جنہوں نے علامہ شامی کے مؤقف کو ان کا ''تسامح'' قرار دیا۔لیکن جناب عمار خان ناصر صاحب کی اس ہرزہ سرائی پر کوئی گرفت نہیں کی جس میں اس نے شاتم رسول کی سزائے موت پر اجماع نقل کرنے والے بزرگوں کو ''علمی واخلاقی بددیانتی کا مرتکب'' قرار دیا ہے۔حالانکہ یہ اجماع نقل کرنے والے بزرگوں کا شمار اکابر واہل تحقیق علماء میں ہوتا ہے۔جن میں حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم رحمہما اللہ جیسے حضرات بھی شامل ہیں۔

صرف دفاع......تردید نہیں:

جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب، جناب عمار خان ناصر صاحب کے غلط نظریات کا تعاقب خود نہیں فرماتے جبکہ اگر کوئی ان کا رد کرے تو دفاع کیلئے خود میدان میں اتر آتے ہیں۔

عمار خان ناصر صاحب کی بعض تحریرات سے اس کے قادیانیت نواز ہونے یا قادیانیت کے بارے میں انتہائی نرم گوشہ رکھنے کا واضح تأثر ملتا ہے۔بعض لوگوں نے خطوط ومکاتیب کے ذریعہ اور بعض اہل علم وتحقیق نے اپنے مضامین ورسائل کی وساطت سے جب اس شبہ اور خدشہ کا اظہار کیا تو مولانا زاہد الراشدی صاحب فوراً عمار خان کی صفائی دینے پر اتر آئے۔اور اس کی صفائی دیتے ہوئے اس کے جرم کو چھوٹا اور ہلکا کر کے ظاہر کرنے کے لیے اسے اپنے برابر کی سطح پر لے آئے۔اور کہا کہ: ''قادیانیت نوازی کا الزام ہم دونوں باپ بیٹا پر لگایا گیا ہے، جو غلط ہے۔'' یہاں تک کہ ختمِ نبوت کے بعض مرحوم اکابر کی ''بددیانتی'' کے بھی بعض واقعات تحریر

فرما دیئے کہ جب ان بڑے بڑے اکابر نے ''دینی جدوجہد کی اخلاقیات'' کو ملحوظ نہیں رکھا اور لوگوں پر بلا وجہ قادیانیت کے الزامات لگائے تو آج اگر کسی نے عمار پر یہ الزام لگا دیا تو کیا ہوا؟ [ماہنامہ الشریعہ، ستمبر ۲۰۱۱]

اس کے برعکس عمار خان ایک طویل عرصہ سے اہل السنۃ والجماعۃ کے علمی و تحقیقی اصولوں کی برسر عام دھجیاں بکھیر رہا ہے، امت مسلمہ کے اجماعی و اتفاقی اور متواتر و متوارث احکام و مسائل کو غامدی ساختہ اصولوں اور خود ساختہ ضابطوں کے ذریعہ متصادم و متنازعہ بنانے اور سنی، حنفی، دیوبندی فکر کے درمیان انتشار و تفریق کے بیج بونے میں مصروف ہے، اس حوالہ سے اس کی متعدد تحریرات منظر عام پر آچکی ہیں۔ لیکن ان مسائل کے بارہ میں مولانا راشدی صاحب نے عمار پر کوئی گرفت نہیں کی۔ نہ اس کے خلاف کوئی علمی و تحقیقی ایکشن لیا۔

اسامہ بن لادن کی توہین پر خاموشی:

بعض علمائے کرام نے امیر عبد القادر الجزائری کو یہود کا ایجنٹ قرار دیا تو مولانا زاہد الراشدی صاحب طیش میں آ کر ان پر خوب برسے، انہیں علمی اخلاقیات سے عاری قرار دیا اور انہیں مناظرے کا چیلنج دے ڈالا، جبکہ الشریعہ میں ان کے بیٹے عمار خان ناصر صاحب نے شیخ اسامہ بن لادنؒ کے خلاف دل کھول کر زہر اُگلا، ان کے وجود کو نامسعود قرار دیا اور انہیں مسلمانوں کے ممالک میں فساد پھیلا کر خود روپوش ہو جانے کا طعنہ دیا مگر مولانا زاہد الراشدی صاحب کو شیخ کی حمایت میں ایک لفظ بھی کہنے کی توفیق نہ ہو سکی۔

۲......آزاد فورم کے نام سے لادینیت کی ترویج!

مولانا زاہد الراشدی صاحب کی کج فکری کا سب سے بڑا دروازہ ان کا آزاد فورم کا نظریہ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ایک ایسا آزاد فورم ہونا چاہئے جس میں ہر نظریے اور ہر عقیدہ و خیال کے لوگ آزادانہ اپنی رائے پیش کر سکیں۔ اس خواہش کی تکمیل انہوں نے اپنے ماہنامہ الشریعہ کے ذریعے کی ہے اور مسلسل کر رہے ہیں۔ ان کے اس مادر پدر آزاد ماہنامے میں شیعوں، غیر مقلدین، بریلویوں، مماتیوں، ملحدین، غامدیوں، منکرین حدیث اور ہمہ قسم اہل فتن کی تحریریں بلا روک ٹوک پورے دھڑلے سے شائع ہوتی ہیں۔ اگر اسی ماہنامہ میں ان تمام گروہوں کے عقائد و خیالات شائع کرنے کے بعد ان کے جوابات کو بھی ساتھ ہی شائع کرنے کا التزام کیا جاتا تو ممکن ہے کوئی بہتر نتیجہ بھی نکل آتا۔ مگر صورت حال یہ ہے کہ اس ماہنامے میں ہر قسم کے پروفیسر، وکیل، ڈاکٹر اور نیم ملا قسم کے، ملحد اور بے دین قسم کے لوگ بے روک ٹوک ہر قسم کا زہر اُگلتے رہتے ہیں اور ان کے جواب میں مولانا اور ان کے ادارے کی طرف سے محض خاموشی اختیار کر لی جاتی ہے۔ بلکہ اکثر اوقات راسخ العقیدہ علماء کے مقابلے میں جہلاء کی حمایت کی جاتی ہے اور علمائے کرام کو علمی اخلاقیات سے عاری اور ناواقف ٹھہرایا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ یہ ماہنامہ ہر قسم کے فتنوں کیلئے مفت کا ترجمان بنا ہوا ہے، جس سے وہ نہایت اطمینان سے اپنے

عقائد وافکار کو اہل السنّت والجماعت میں پھیلانے کی مذموم کوششوں میں کامیاب ہو رہے ہیں۔

۳......مسئلہ توہین رسالت پر غامدی موقف کی حمایت:

جناب عمار خان ناصر صاحب نے بلاغت کے نام پر قرآن کریم کی من مانی اور من پسند تفسیر کے لیے سنت رسول کی مستقل حیثیت کی نفی کی، سنت کا قانونی ماٴخذ تسلیم کرنے کی بجائے اسے قانونی نظائر کا درجہ دیا، اجماع قطعی کے وجود کا انکار کیا، اجماع متواتر ومتوارث کی حجیت سے انکار کیا، حدوداللہ کے بارہ میں امت کے اجماعی واتفاقی موٴقف کو متنازعہ بنانے کی جسارت کی، اور فقہ حنفی کے چند مجتہدین فی المذہب کی مرجوح اور غیر مفتیٰ بہ آراء کی آڑ لے کر ایک جمہوری اور قانونی (یعنی بذریعہ پارلیمنٹ منظور ہونے والے) فیصلہ اور (شریعت کورٹ میں اصحاب علم وتحقیق کی مدلل علمی بحثوں اور شہادتوں کے ذریعہ) حل شدہ شرعی مسئلہ کو ازسرِ نو زیرِ بحث لاکر اسے متنازعہ بنانے کی کوشش کی، اس کی قانونی حیثیت کو کمزور کرنے اور اس کی بنیادی اہمیت وپوزیشن کو ختم کرنے کی مذموم ومکروہ سازش کی......اور علماء دیوبند نے اس پر گرفت کی تو عمار خان ناصر صاحب کے دفاع کے لیے مولانا زاہدالراشدی صاحب خود میدان میں اتر پڑے۔ حالانکہ عمار خان صاحب کا یہ عمل سراسر غامدی موٴقف اور غامدی سازش کا حصہ تھا۔(دیکھیے الشریعہ دسمبر ۲۰۱۱)

۴......قادیانیوں کو ذمیوں والے حقوق حاصل ہیں!

اسلامی احکامات اور فقہی تصریحات کے مطابق منکرین ختم نبوت زندیق اور مرتد ہیں۔ ان کا حکم عام غیر مسلموں سے جدا ہے۔ وہ اسلام اور اہل اسلام کے باغی ہیں لہٰذا کسی بھی قسم کی رعایت اور ہمدردی کے مستحق نہیں۔ صدرِ اول سے لے کر آج تک اہل اسلام کا یہی اجتماعی موٴقف رہا ہے اور کسی صاحب علم نے اس بارے میں لچک یا رواداری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ناپاک ذریت کے متعلق علمائے پاک وہند نے دوٹوک الفاظ میں ہمیشہ یہی موٴقف پیش کیا ہے کہ وہ مرتد اور زندیق ہیں اور ان کو عام کفار اور اہل ذمہ والی رعایتیں حاصل نہیں۔ لیکن جناب مولانا زاہد الراشدی صاحب نہ صرف قادیانیوں کو اہل ذمہ والے حقوق دینے کیلئے تیار ہیں بلکہ اکابر علمائے دیوبند پر بھی یہ بہتان باندھتے نظر آتے ہیں کہ انہوں نے بھی قادیانیوں کو اہل ذمہ والے حقوق دینے کا موٴقف اپنایا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور برطانوی استعمار کے زیر سایہ ایک نئی امت پروان چڑھائی گئی تو ان کے ساتھ معاملات اور معاشرتی تعلقات کے تعین کا مسئلہ درپیش ہوا۔ ایسی صورت میں فقہی احکام وقوانین کا ایک مستقل دائرہ موجود ہے جو ماضی کی اسلامی حکومتوں میں روبہ عمل بھی رہا ہے۔ لیکن معروضی حالات میں ان احکام وقوانین پر عمل دشوار تھا اس لئے مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال کی اس تجویز کو علمائے کرام نے اجتماعی طور پر قبول کر لیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں پر

فقہی احکام کا اطلاق کرنے کی بجائے انہیں مسلمانوں سے الگ ایک غیر مسلم گروہ کے طور پر قبول کر کے ان کا اس حیثیت سے معاشرتی درجہ طے کیا جائے۔'' (الشریعہ اکتوبر ۲۰۱۳ء ص ۸)

قانون سازی کے وقت علمائے کرام جتنی کوشش کر سکتے تھے انہوں نے کی لیکن قادیانیوں کو ذمیوں کے درجے میں کسی بھی عالم نے قبول نہیں کیا نہ ہی کر سکتا ہے۔ قادیانی تو اس فیصلے سے بھی بغاوت کرتے ہوئے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں جبکہ آپ انہیں ذمی ثابت کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

۵......فتویٰ سے لوگوں کا اعتماد اٹھانے اور اس کے نام سے ان کو متنفر کرنے کی کوشش:

ہمیشہ سے جب بھی کسی فتنے نے سر اٹھایا ہے، متبحر علمائے دین اور اہلِ حق کے فتاویٰ نے ہی سادہ لوح عوام کے ایمان کو بچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ آج بھی مغربی دانشور اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ ان کے ایک ہزار دلائل پر ایک عالمِ ربانی کا ایک فتویٰ ہی بھاری ہے، جس کی موجودگی میں کم علم عوام کو بھی اپنے چنگل میں پھنسانا آسان نہیں، لہٰذا متجد دین حضرات ہمیشہ عوام الناس کو اہلِ حق اور ان کے فتویٰ سے متنفر کرنے کی سر توڑ کوشش کرتے رہتے ہیں۔ مولانا راشدی صاحب بھی نامعلوم وجوہات کی بناء پر فتویٰ کی زبان کی بجائے ''تحقیق'' کو اہمیت دیتے نظر آتے ہیں۔

وہ مغربی طرز کو خالص مشرقی ماحول پر مسلط کرنے کی کوشش میں ہیں، حالانکہ مذہبی معاملات میں مغرب کا طرزِ فکر ہمارے مشرقی (اسلامی ممالک کے) طرزِ فکر سے قطعی مختلف ہے، مغرب کا دعویٰ ہے کہ وہ ''فتویٰ'' کی نہیں ''تحقیق و ریسرچ'' کی زبان میں بات کرنا پسند کرتا ہے۔ (جبکہ علمائے اسلام نے ہمیشہ جہاں معاندین کو علمی انداز سے جوابات دیۓ ہیں وہاں ان کی شرعی پوزیشن کو ہر زمانے میں واضح کر کے مخلص مسلمانوں کو ان کے دام سے بچایا بھی ہے) وہ بزعم خویش شدت پسندی کا خاتمہ چاہتا ہے، اور اس مقصد کے لیے اس نے ''مکالمہ بین المذاہب'' کے نام سے عالمی تحریک بھی اٹھا رکھی ہے، اور مغرب کا یہ طرز صرف اور صرف اپنی فکری کمزوریوں پر پردہ ڈالنے کے لیے ہے، وہ گزشتہ چودہ صدیوں سے مسلم مفکرین و محققین کے ہاتھوں حق و باطل کے حوالہ سے جو ہزیمت اٹھا چکا ہے، اپنے دلائل و استدلال کی اسی کمزوری کی چھپانے کے لیے اس نے ''مکالمہ بین المذاہب'' تحریک کا آغاز کیا ہے تا کہ مسلم دانشوروں کو اپنی مرضی کے میدان میں لا کر اپنی مرضی کا کھیل کھیلنے پر مجبور کر سکے۔

مغربی ایجنڈہ میں یہ بات بنیادی اہمیت کی حامل ہے کہ ''فتویٰ'' کی زبان میں بات نہ کی جائے، جس کا مقصد صرف اور صرف مغرب زدہ نام نہاد مسلم دانشوروں کو امت مسلمہ کے اہل تحقیق علماء کے فتویٰ سے بچانا اور اسلام کے اندر فتویٰ کی اہمیت کو ختم کرنا یا کمزور کرنا ہے۔ تا کہ ان کے تربیت یافتہ ایجنٹ اسلام

اور اہل سنت کا لبادہ اوڑھ کر ہی ان کے مکروہ عزائم کا کھیل کھیلتے رہیں۔ اور سادہ دل عوام انہیں علمائے اسلام سمجھتے رہیں۔ مولانا زاہدالراشدی صاحب بھی مغرب کے اس طرزِ فکر کے پُرزور حامی اور مؤید ہیں۔ جابجا اپنی تحریروں میں اس کا اظہار کر چکے ہیں۔ جس کے نقصانات روزِ روشن کی طرح واضح ہیں۔

۶......مودودی کے نظریات کو ''اہل علم کے تفردات'' میں شمار کرنا:

تمام اکابر علمائے دیوبند نے جن میں حضرت مدنیؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ اور دیگر اکابر شامل ہیں، ان سب نے جناب ابوالاعلی مودودی کو ضال مضل اور گمراہ کہا لیکن جناب مولانا زاہدالراشدی صاحب مودودی صاحب کی ایک گونہ وکالت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میری طالب علمانہ رائے میں اگر مودودی صاحب کے تفرادت کو بھی دوسرے اہل علم کے تفردات کی طرح تفردات کے درجے میں رہنے دیا جاتا اور انہیں مستقل مؤقف کی حیثیت دے کر ان کے اثبات ودفع میں اس درجہ شدت اختیار نہ کی جاتی تو اس معاملہ میں بہت سے بگاڑ سے بچا سکتا تھا۔''

[معین القاری ج ۳ ص ۵۰،۵۱]

گویا خود مودودی صاحب کا کوئی قصور نہیں، بعد والوں نے شدت اختیار کی تو خرابی پیدا ہوئی۔

۷......اہلِ علم کو جمہور سے اختلاف اور اجماع کے خلاف رائے قائم کرنے کا ''حق'':

ایک انتہائی خطرناک بات ہے کہ وہ جمہور کے خلاف منفرد رائے قائم کرنے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ یہاں تک تو پھر بھی کوئی بات تھی۔ وہ اس میں اتنا آگے چلے گئے ہیں کہ اجماع کے خلاف رائے قائم کرنے کو بھی ہر صاحب علم کا حق قرار دیتے ہیں۔ یہ ذہنیت امت کے متفقہ موقف سے انحراف اور اس میں شک پیدا کرنے کی بنیاد اور گمراہی کی جڑ ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''کسی کی رائے کو قبول کرنے اور کسی کی بات کو رد کر دینے کا اختیار اب تک عمومی علمی ماحول کے پاس رہا ہے۔ جو شخص عمومی علمی ودینی ماحول میں قابل قبول قرار پایا اسکی اہلیت تسلیم کی گئی ہے۔''

(ماہنامہ الشریعہ، نومبر ۲۰۱۱ء ص ۵۳)

''عمومی مباحثہ کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ہر شخص کو رائے کا حق حاصل ہو۔ ماضی میں بھی ایسا ہوتا آیا ہے کہ کسی مسئلہ پر کسی کو رائے دینے سے روکا نہیں گیا۔'' [ایضا]

''اور تفردات کے بارہ میں ہمارا مؤقف یہ ہے کہ یہ ہر صاحب علم کا حق ہے۔ جس کا احترام کیا جانا چاہیئے۔'' (ایک علمی وفکری مکالمہ ص ۱۲)

اگر کسی معمر شخص سے کوئی چھوٹا موٹا جرم سرزد ہو جائے تو عدالت اس کی بڑی عمر کا فائدہ دے کر

اسے بری کر دیتی ہے، کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹا موٹا جرم کرنا بڑی عمر کے لوگوں کا ''حق'' ہے؟؟

۸......طلاق کے غیر مؤثر ہونے کی گنجائش:

جب طلاق کے بارے جناب عمار خان کا مضمون شائع ہوا اور مولانا راشدی صاحب سے اس کی بابت سوال کیا گیا تو فرمایا:

''میں جمود کا قائل نہیں ہوں، اگر گنجائش نکلتی ہو تو نکال لینی چاہیے۔'' (لاحول ولاقوۃ الا باللہ [ناقل])

فتویٰ کا نازک کام مفتیانِ کرام کا ہے اور انہی کو سجتا ہے۔ اس کو دینی رسالوں میں موضوعِ بحث بنانا اور اس میں مفتیانِ کرام کے فتویٰ کو جمود پر مبنی کہہ کر گنجائش نکالنے کا مشورہ خالص مغربی طرزِ فکر یا مستشرقین کی تقلید ہے۔

۹......نبی کریم ﷺ پر تنقید برداشت ہے:

''مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی توہین تو برداشت نہیں کر سکتا، لیکن آپ کی ذاتِ اقدس پر ''تنقید'' برداشت کر سکتا ہے۔'' [روزنامہ اسلام، بدھ ۷ صفر ۱۴۲۷ھ ۸ مارچ ۲۰۰۶ء]

إنّا للّٰه و إنّا إليه راجعون! جناب مودودی صاحب نے انبیائے کرام کو تنقید سے بالاتر قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ صحابہ کرام تنقید سے بالاتر نہیں۔ راشدی صاحب تو اس سے بھی آگے چلے گئے ہیں۔ یہ توہینِ رسالت کی مہم میں مغرب کی خدمت نہیں تو اور کیا ہے؟ تنقید اور توہین میں فرق کون کرے گا؟ اور اس فرق کا سہارا لے کر مغرب کے قلمی شعبدہ باز کیا کچھ غضب نہ ڈھائیں گے؟ مولانا راشدی صاحب محقق و مدقق شمار ہوتے ہیں۔ انہیں اس خطرے کا احساس نہیں یا وہ اس بند کو ٹوٹنے پر آنے والے طوفان کو برداشت کرنے کو ''علمی وقار'' کا تقاضا سمجھتے ہیں؟ بات جو بھی ہو، نہایت ناگفتہ بہ قیاسات کا دروازہ کھولتی ہے۔

۱۰......خلفائے راشدین کے فیصلوں سے اختلاف کی گنجائش:

جناب رسول اللہ ﷺ نے **''عليكم بسنتي و سنة الخلفآء الراشدين المهديين''** فرما کر تا قیامت خلفائے راشدین کی پیروی کو امت کیلئے لازم فرما دیا ہے مگر مولانا زاہد الراشدی صاحب بعض صحابہ کرامؓ کی حضرات خلفائے راشدینؓ کے ساتھ علمی بات چیت کا غلط نتیجہ نکالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے فیصلوں سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔''

[ماہنامہ الشریعہ، جولائی ۲۰۰۸ء، کلمہ حق]

رسول اللہ ﷺ کی کتنی ہی احادیث ہیں جنہیں حضرات محدثین کرام اور فقہائے کرام نے مختلف وجوہات سے معمول بہا نہیں قرار دیا، لیکن اگر کوئی کم نصیب اس کو یہ عنوان دے کہ ''رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے'' تو کیا یہ کم نظری نہیں؟

۱۱......بدعات والی کتاب کو''حسنِ ذوق'' قرار دینا:

ایک بریلوی پروفیسر صاحب جناب ڈاکٹر عبدالماجد حمید المشرقی نے 'انوارِ خاص' نامی کتاب لکھی، جس میں انگوٹھے چومنے کی ترغیب، دعا بعد الجنازہ کی ترغیب اور بعد نماز بلند آواز سے کلمہ طیبہ کی ترغیب وغیرہ دی گئی ہے۔اور مولانا راشدی نے اس پر تقریظ لکھی ہے۔لکھتے ہیں:

''جوان کے حسن ذوق کا آئینہ دار ہے، دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ان کی اس کاوش کو قبولیت سے نوازیں۔''[انوارِ خاص،ص:۲۵۵]

دلچسپ بات ہے کہ اس بریلوی نے اگلے ایڈیشن میں اپنی غلطیوں کی اصلاح کر لی ہے مگر جناب راشدی صاحب کو اپنی تقریظ سے رجوع کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

۱۲......مبینہ قادیانی کی کتاب پر تقریظ:

پسرور کے ایک شخص قاضی عطاء کے بارہ میں مشہور ہے کہ وہ قادیانی ہے، یہ شخص قادیانی گھرانے سے تعلق رکھتا ہے، اس کے دو بیٹے جو مسلمان ہیں وہ بھی اسے قادیانی ہی قرار دیتے ہیں، اور عالمی مجلس کی طرف سے حکومت وقت سے اس کے متنازعہ ترجمہ قرآن پر پابندی کا مطالبہ بھی کیا گیا۔[ماہنامہ لولاک، ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ ص:۳۹] عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سابق نائب امیر مرشد العلماء حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ نے بھی اس کے بارے فرمایا:''میں اس شخص کو ذاتی طور پر جانتا ہوں، یہ شخص قادیانی ہے''۔اگرچہ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ وہ قادیانی نہیں ہے۔لیکن جب اس شخص کی حیثیت اس قدر متنازعہ تھی اور بڑے بڑے اکابر اور ختم نبوت کے سالار اس پر قادیانی ہونے کا شبہ بلکہ یقین ظاہر کر رہے تھے تو احتیاط کا تقاضا یہی تھا کہ مولانا اس کی کتاب پر تقریظ نہ لکھتے، اور اگر لکھ دی تھی تو اسے واپس لے لیتے، مگر مولانا نے نہ صرف اس پر تقریظ لکھی بلکہ وہ آج تک اپنی اس تقریظ سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں ہیں۔لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ عطاء قاضی کی اس محنت کو قبولیت سے نوازیں۔[مفہوم القرآن، ص:۸۶۱]

اول تو اہل بدعت وقادیانیت کا مولانا سے تقریظ کی درخواست کرنا ہی ان فاسد عناصر کی نشان دہی کرتا ہے، جو مولانا کے مزاج وفکر میں پائے جاتے ہیں۔ایسی توقع وہ کسی اور سے کیوں نہیں کرتے؟ مبتدعین وزنادقہ کو کسی دیوبندی عالم سے مداہنت کی امید ہوگی تب ہی تو وہ تقریظ کی سفارش وحمایت لکھنے کی درخواست کرے گا۔ پھر اتنے باریک بین اور نکتہ رس ہونے کے باوجود مبتدعین ومرتدین کے لیے دروازے کھلے اور قلم رواں رکھنا مولانا راشدی صاحب کے جس مداہنت آمیز وسعت ظرفی پر دلالت کرتا ہے وہ انتہائی قابل تشویش ہے۔

۱۳......امیر عبدالقادر الجزائری کو امت مسلمہ کا محسن اور اعلیٰ کردار کا حامل قرار دینا:

امیر عبدالقادر الجزائری کی شخصیت پر ایک امریکی مصنف جان ڈبلیو کائزر نے کتاب لکھی جس میں اس کے ہتھیار ڈال دینے اور یہود و نصاریٰ کی تابعداری اختیار کر لینے کی روش کی تعریف اور مدح کی، اس کے اس فیصلے کو مسلمانوں کیلئے نسخۂ اکسیر بتایا، نیز بہت سے ملحدانہ عقائد کو امیر عبدالقادر الجزائری کے واسطے سے مسلمانوں کے ذہنوں میں ڈالنا چاہا۔ بجائے اس کے، کہ مولانا زاہد الراشدی صاحب اس امریکی کی ناپاک سازش سے پردہ اٹھاتے اور مسلمانوں کو اس کے دجل وفریب سے آگاہ کرتے، افسوس کہ مولانا خود اس کتاب کے مقرّظین کی صف میں کھڑے ہوگئے، لکھتے ہیں:

''امیر عبدالقادر اپنی جدوجہد میں جہاد کے شرعی واخلاقی اصولوں کی پاسداری اور اپنے اعلیٰ کردار کے حوالہ سے امت مسلمہ کے محسنین میں سے ہیں۔ (امیر کی سوانح) نئی پود کو ان کی شخصیت اور جدوجہد سے واقف کرانے میں یقیناً مفید ثابت ہوگی۔''

[پیش لفظ سوانح امیر عبدالقادر، اردو] [الشریعہ، مئی ۲۰۱۳ء، ص:۲۶]

حالانکہ اسی کتاب میں اس کا عورتوں کے ساتھ اختلاط، مہمانوں کو شراب پیش کرنا، کفار سے بڑی بڑی تنخواہیں وصول کرنا، ان کی خوشامد کر کے معافیاں مانگنا وغیرہ درج ہے۔ اس کے باوجود مولانا راشدی صاحب کا اس کو ''اعلیٰ کردار'' کا حامل قرار دینا کس کے اشارے پر ہوسکتا ہے؟

نیز طالبان مجاہدین امریکا اور اس کے اتحادیوں کو شکست دے کر ان کا غرور خاک میں ملا رہے ہیں، انکے کارناموں سے امت کو واقف کرانے کے بجائے مولانا راشدی صاحب جیسے جہاں دیدہ دانش ور ہتھیار ڈالنے والے داغدار کردار کے مالک مغرب کے منظورِ نظر فرضی مجاہد کا تعارف کروا کے اسے امت مسلمہ کا محسن قرار دے رہے ہیں۔ انہیں امت کی تابناک تاریخ میں کوئی اور مجاہد نہیں ملا، اس چیز کو مغرب کے نظریۂ جہاد کی ترویج کے علاوہ کیا نام دیا جائے گا؟ ☆☆☆☆

علم ظاھری مقصود نھیں

علم ظاہری مقصود نہیں، مقصود تو حق تعالیٰ کے ساتھ والہانہ تعلق اور اللہ کا دردِ محبت ہے، علم تو ایک ظرف ہے، جس کا مظروف یہی درد اور محبت ہے۔ محض علوم ظاہری کی تحصیل میں اِنہماک اور اللہ کی محبت کے حصول سے انحراف ایسا ہی ہے جیسے کوئی خالی شیشیاں تو خرید لے لیکن عطر ان میں نہ بھرے۔ بتاؤ! ایسی شیشیوں کی کوئی قیمت لگے گی؟ ظرف کی قیمت تو مظروف سے ہے۔

ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ سہ ماہی فغانِ اختر، اشاعت خاص، ص:۳۴۸

مفتی ابوالخیر عارف محمود عفی عنہ
استاذ ورفیق شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ فاروقیہ کراچی

''رجوع الی الحق'' کی فہمائش ودعوت

سرمایہ داریت اور جمہوریت کے اثراتِ بد نے اس وقت نہ صرف چہار دانگ عالم پر اپنے خون آشام پنجے گاڑے ہوئے ہیں، بلکہ زندگی کے تمام شعبہ جات کو بھی متاثر کیا ہوا ہے، ایک عام آدمی سے لے کر سربراہانِ مملکت تک ہر کس وناکس اس نظامِ بد کی ضرورت وافادیت کو بیان کرنے میں مصروف نظر آتا ہے، حق خودارادیت اور آزادی اظہار رائے سرمایہ داریت کی چھتری تلے سرگرم عمل جمہوریت کا ایک مؤثر ہتھیار سمجھا جاتا ہے۔

کچھ عرصہ سے بعض نامور علماء اور چند بڑی نسبتوں کے حامل اہل حق کی طرف منسوب بلکہ ''جانشین'' کہلانے والے حضراتِ اہل علم نے بھی اس بہتی گنگا سے ہاتھ دھونا شروع کر دیا ہے، علمائے دیوبند کی طرف منسوب یہ حضرات امام اہلِ سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب قدس سرہ سے نسبی رشتہ اور تعلق کے پیش نظر نہ صرف اپنے آپ کو ان کا علمی وفکری ترجمان اور جانشین قرار دیتے ہیں، بلکہ اسی بنیاد پر دیگر علمائے حق اور تلامیذِ امامِ اہل سنت سے حق انتساب بھی چھیننے پر آمادہ نظر آتے ہیں، حالاں کہ حقیقی صورت حال ان کے زعم وگمان کے بالکل برعکس ہے، خانوادہ امام اہلِ سنت سے تعلق رکھنے والے مولانا زاہد الراشدی صاحب اور ان کے صاحبزادے عمار خان ناصر صاحب جو برملا ''غامدی'' کی شاگردی پر فخر کرتے ہیں، انہوں نے ''جمہوری وآئینی'' تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ''الشریعہ'' کے نام سے ایک ''آزاد فورم'' قائم کیا ہے، جو درحقیقت ہر طرح کی دینی، مسلکی اور اخلاقی پابندیوں سے آزاد ہے، جس میں وہ عموماً بدعتی، گمراہ،، ملحدین و روافض، مستشرقین کے پروردگان، متجددین اور غامدیت کے خوشہ چینوں کے مضامین و دلائل بلا تأمل شائع کر کے خدا معلوم کون سا ''مقدس فریضہ'' انجام دے رہے ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ اگر اہل حق میں سے کوئی صاحبِ علم ان حضرات کو اس پر تنبیہ کرے اور رجوع الی الحق کی فہمائش کرے، تو بجائے اصلاح احوال کے اس کو فریق ثانی کا موقف معلوم نہ کرنے کے عذر لنگ کی بنیاد پر استہزا وتمسخر کے ساتھ ٹھکرا دیا جاتا ہے، حالاں کہ ''الشریعہ'' کا ''آزاد فورم'' ان کے موقف کو پوری وضاحت کے ساتھ ایک عرصے سے علی الاعلان بیان کر رہا ہے۔

ان حضرات کی یہ روِش نہ صرف اہل سنت علمائے دیو بند کے دینی وفکری تشخص کے لیے بلکہ ان سے وابستہ مسلمانوں کے دین وایمان اور دینی وفکری نظریات کے لیے کس قدر خطرناک اور نقصان دہ ہے، اس پر علمائے دیو بند کے سرخیل، ہمارے استاذ وشیخ، استاذ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم واطال اللہ بقاءہ علینا کی خیر خواہانہ گرفت، گزارشات اور رجوع الی الحق کی فہمائش ودعوت بھی قارئین کی خدمت میں عن قریب پیش کی جائیں گی، لیکن اس سے قبل حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا اس نوعیت کے'' آزادفورم'' کے حوالہ سے ایک واقعہ اور ان کی رائے زیب قرطاس کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، تاکہ ان امور میں اکابر علمائے دیو بند کا دینی اور فکری تشخص ہمارے سامنے آجائے۔

دبستان شبلی سے تعلق رکھنے والے والی نامی گرامی شخصیت، جدید وقدیم علوم کے ماہر، مشہور صحافی وفلسفی، ابتدا میں بد دین اور حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی صحبت کیمیا میں آنے کے بعد ایک علمی مرتبت محافظ دین حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی رحمہ اللہ سے سے کون واقف نہیں، مرحوم حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے کی گئی اصلاحی مراسلت کے اپنے مرتب کردہ مجموعہ ''حکیم الامت - نقوش وتاثرات'' میں اپنے زیرادارت طبع ہونے والے ہفتہ واری پرچہ ''سچ'' اور اس میں شائع ہونے والے مضامین کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:

> ''دسمبر ۲۹ء کا چل رہا ہے، صدق کا نقش اول ''سچ'' (ہفتہ وار) اس وقت اللہ کے فضل سے زور وشور سے نکل رہا ہے، دو بزرگ ایسے بھی تھے جن کی خدمت میں انتہائی تعلق کے باوجود پرچہ نہیں بھیجا جاتا تھا، ایک اپنے سب سے بڑے محبوب مولانا محمد علی جوہرؒ، دوسرے اپنے سب سے بڑے مقتداء مولانا تھانویؒ، دونوں کا رعب، ادب اور لحاظ اتنا غالب تھا کہ پرچہ نذر کرنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، خدا معلوم کس وقت، کس مضمون پر، کیا اعتراض کر بیٹھیں، اس وقت کچھ کرتے دھرتے نہ بنے گی، نہ اپنے ضمیر و بصیرت کے خلاف چلنے پر عقل آمادہ ہوگی اور نہ ان حضرات کے ارشادات کی عدم تعمیل کو دل قبول کرے گا ۔۔۔لیکن اب ''سچ'' کے سلسلہ میں ایسی صورت (پیش) آئی کہ حکیم الامت سے رجوع کرنا ناگزیر ہوگیا، صورت یہ ہوئی کہ ''سچ'' میں ایک مسلسل مضمون ظہور مسیح ودجال اور خروج یاجوج وماجوج پر، یورپ اور اسلام، اور دوسرے بڑے عنوانات سے کوئی ڈیڑھ سال سے نکل رہا تھا، لکھنے والے حیدرآباد دکن کے ایک صاحب علم صوفی اور خانقاہ جیلانیہ مستعد پورہ کے شیخ مولوی محمد شاہ صاحب قادری تھے، جنھوں نے کسی مصلحت سے اپنا اخباری نام ''عبداللہ شاہ قادری'' رکھا تھا، احادیث متعلقہ کی ایک نئے انداز پر تفسیر کر کے موصوف دکھا رہے تھے کہ پیشگوئی ہمیشہ تمثیل ومجاز کے پردہ میں ہوتی ہے، چناں چہ حدیث نبوی میں دجال اور یاجوج وماجوج سے مراد اقوام فرنگ ہیں۔

عام علماء کو اس تعبیر سے شدید اختلاف تھا، مضمون کے شروع میں ایڈیٹوریل تمہید میں اگر چہ یہ لکھ دیا گیا تھا کہ مدیر کو نہ اس کے مطالب سے لفظ بہ لفظ اتفاق ہے، نہ یہ انداز تحریر ہی زیادہ پسند ہے، جب اس مضمون کے بیسیوں نمبر نکل چکے، تو اپنی ذمہ داری کا احساس ذرا زیادہ ہوا اور اگست ۱۹۲۸ء سے دسمبر ۱۹۲۹ء تک پورے ڈیڑھ سال کے کل پرچے مولانا کی خدمت میں تنقید کے لیے ارسال کیے۔ اس کے جواب میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے فرمایا:

''مفصل دیکھنا تو مشکل تھا، لیکن مجمل مطالعہ بھی غالباً مفصل مطالعہ کی طرح ہوگا، میں نے مختصراً اصولی جواب لکھ دیا ہے، اب ضرورت اس کی ہے کوئی صاحب علم اصل مضمون کو مطالعہ کریں اور میری مختصر عرض داشت ذہن میں رکھیں تو امید ہے کہ کوئی جز و بلا جواب نہ رہا ہوگا''۔ (پرچہ کو ''آزاد فورم'' بنانے کے نقصانات کے بارے میں حکیم الامت قدس سرہ نے فرمایا): ''اس کا ضرور قلق ہے کہ اخبار ''سچ'' کے عموماً لوگ معتقد ہیں، اس میں شائع ہونے سے مضمون کو سچ ہی سمجھتے ہوں گے اور باطل میں مبتلا ہو گئے ہوں گے، اس لیے میں نے پہلی یا دوسری ملاقات میں زبانی یا تحریری عرض کیا تھا کہ کوئی مضمون دینی، بدون ملاحظہ مولانا حسین احمد (مدنی) صاحب (نور اللہ مرقدہ) کے شائع نہ کیا جائے، معلوم نہیں کب تک اس سے قلق رہے گا، اصل سبب اس توسع کا مزموم نہیں، یعنی حسن ظن، لیکن ہر شئی کے حدود ہوتے ہیں حسنِ ظن کی بھی ایک حد ہوتی ہے، اس سے تجاوز ایسا ہے جیسے غذائے لطیف ومقوی کی مقدار معقول سے تجاوز کر کے تخمہ کا سبب بن جاتی ہے، چناں چہ شیخ شیرازی نے جہاں گلستان میں حسن ظن کی تعلیم فرمائی ہے:

ہر کرا جامہ پارسا بینی پارسا دان ونیک مرد انگار

وہاں بوستان میں اس کی حد بتلانے کو یہ فرمایا:

نگہ دار د آن شوخ در کیسہ در کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بُر

یعنی قبل تجربہ وامتحان سب کے ساتھ معاملہ احتیاط کا کرے، اسی طرح ہر صالح صورت، عالم نام کا ادب وعظمت تو ضروری ہے مگر اس کی تحریر وتقریر کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ کرنا جس کا اثر اپنے نفس یا دوسروں کے نفس پر ایسے رنگ میں ہو جو بڑی خطرناک ہے، یہ حد سے تجاوز ہے، اِلا اَن یشھد بصحتہ من کان موقفاً، اے بہ دلیل صحیح۔۔۔ مدیر صاحب سے یہ شکایت ہے کہ قبل تحقیق اس کو شائع کر دیا، خدا جانے! کتنی امت محمدیہ غلطی میں مبتلا ہو گئی ہوگی اور جو عذر اشاعت کا لکھا گیا ہے محقق علماء سے استفتاء کر لیا جائے کہ وہ عند اللہ عذر ہوسکتا ہے یا نہیں، تاوقتیکہ اس مضمون کے بطلان کی، اور اشاعت کے خطا ہونے کی تصریح شائع نہ کی جاوے''۔

مولانا عبد الماجد دریابادی صاحب حکیم الامت قدس سرہ کے ان ارشادات کو نقل کرنے کے بعد

لکھتے ہیں:

''حق کون کہتا ہے کہ ہمیشہ کڑوا ہی ہوتا ہے؟۔تنقید مضمون نگار کے اصل مضمون پر جو ہوئی وہ تو ہوئی، باقی خود ایڈیٹر کی تنبیہ بھی بہت برمحل رہی، اسے بتایا گیا کہ ایڈیٹر کی ذمہ داری بہت بڑی ہوتی ہے، ہر رطب ویابس کو چھاپ دینا اس کا کام نہیں، مضامین اگر گمراہ کن ہیں تو اشاعت باطل کی ذمہ داری سے وہ بچ نہیں سکتا، اور دلالت علی الخیر پر جب اجر وصلہ ہے تو ''دلالت علی الشر'' پر کیوں نہ وعید موجود ہو؟ مولانا کو اپنے اس نیاز مند کی خاطر بہت عزیز تھی اور یقیناً وہ اس کے معاملات میں بڑی رعایت اور مروت کو دخل دیتے تھے، اس سے بہت ہی رواداری برتتے تھے، تاہم اصلاحی شان سب پر غالب تھی اور اپنے مخلصوں، نیاز مندوں، خادموں کو وہ ضرورت کے موقع پر اور ضرر دینی سے بچانے کے لیے نہ ٹوکنا تدین وآئین صداقت کے خلاف اور بجا طور پر خلاف سمجھتے تھے۔طبیب کی دوستی اور خیر اندیشی یہی ہے کہ وہ مریض کی مرضی پر نہیں، مریض کے مرض پر نظر رکھے''۔

(دیکھیے: حکیم الامت۔نقوش وتاثرات، ص:۱۰۲-۱۰۹، سعدی بک ڈپو، وصی آباد، الہ آباد، ہند، ط:۱۹۹۰ء)

محترم قرئین! اس واقعہ اور حکیم الامت قدس سرہ کے ارشادات سے اس طرح کی ''آزاد فورمز'' کے بارے میں اکابر علماء کے ذوق ومزاج کی ایک جھلک آپ نے ملاحظہ کر لی، اب بغیر کسی تاخیر کے انہی اکابر علمائے دیوبند کے حقیقی جانشین وترجمان، اپنے استاذ وشیخ، استاذ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم واطال اللہ بقاءہ علینا کی طرف سے (بروز جمعہ، ۲ صفر، ۱۴۳۵ھ/ ۶ دسمبر، ۲۰۱۳ء) خانوادۂ امام اہل سنتؒ کے فرد مولانا زاہد الراشدی صاحب، ان کے صاحبزادے عمار خان ناصر صاحب اور ان حضرات کی سرپرستی وزیر ادارت ''آزاد فورم'' کے نام سے شائع ہونے والے ماہنامہ ''الشریعہ'' کے بارے میں فرمائے ہوئے کڑوے سچ اور رجوع الی الحق کی دعوت وفہمائش کو قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، حضرت شیخ دامت برکاتہم نے فرمایا:

''مولانا ابو عمار زاہد الراشدی نے ''آزاد فورم'' کے نام سے ''ماہنامہ الشریعۃ'' میں حساس، نازک اور اہم موضوعات پر ایسی تحریریں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے، جو نہ صرف مذہب اہل سنت، مسلک احناف اور مشرب دیوبند سے مطابقت نہیں رکھتیں، بلکہ وہ سراسر اسلام کے اجماعی مؤقف سے بھی متصادم ہوتی ہیں، اس قسم کی ہفوات کا اصل مرکز زاہد الراشدی صاحب کا بیٹا محمد عمار خان ناصر غامدی ہے۔

مولانا زاہد الراشدی کی بعض ترجیحات اور تحریرات پر بھی علماء دیوبند کو شدید تحفظات ہیں، کئی اکابر ومحققین کے مسلسل توجہ دلانے اور باحوالہ مدلل گفتگو کے باوجود ان حضرات نے اپنی روش نہیں بدلی اور

بدستور ان کی یہ ایمان سوز تحریریں شائع ہو رہی ہیں، بلکہ مولانا زاہد الراشدی ان بے اصولیوں پر اپنے بیٹے کو روکنے کے بجائے اس کی حوصلہ افزائی، بلکہ دفاع بھی کرتے ہیں، ''الشریعۃ'' انہی کی نگرانی اور سرپرستی میں شائع ہو رہا ہے، لیکن انہوں نے تاحال نہ یہ سلسلہ ختم کیا اور نہ ہی اپنے بیٹے کو اس سے برطرف کیا، تنبیہ و تفہیم کا ہر طریقہ اب تک بے اثر ہی رہا۔ فیا للأسف !!۔

سردست انتہائی ضروری ہے کہ اس ضال ومضل ٹولے کا ہر محاذ پر بائیکاٹ کیا جائے، شاید یہ طریقہ ان کے رجوع الی الحق کا ذریعہ بن جائے، اہل حق کو ان کی ذات سے کوئی کد نہیں، ان کے نظریات اور رویے سے شکایت ہے، اسی کی اصلاح کے لئے بائیکاٹ کی تجویز دی گئی ہے''۔

امید ہے کہ خانوادۂ امام اہل سنت ''مولانا زاہد الرشدی صاحب بمع صاحبزادہ'' حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم واطال اللہ بقاءٗ علینا کی خالص نصح پر مبنی اس فہمائش اور رجوع الی الحق کی دعوت کو ''موقف نہ معلوم کرنے کے عذر لنگ'' کا سہارا لیے بغیر نہ صرف قبول کریں گے، بلکہ اس سابقہ روش سے براءت کا اعلان بھی اسی جوش وجذبہ اور بھرپور تشہیر کے ساتھ کریں گے جیسے ''الشریعۃ'' کے ''آزاد فورم'' میں باطل مواد کی کرتے رہے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی سے عاجزانہ التماس ودعا ہے کہ حق کی نصیحت قبول کرنے کی توفیق سے نوازیں اور صراط مستقیم پر استقامت عطا فرمائیں۔ ☆☆☆☆

عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیا شان تھی کہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناشتے کی دعوت دی، آپ ناشتہ کے لیے اُن کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ گھر میں تصویر تھی، فرمایا کہ: ''عمر ایسے گھر میں ناشتہ نہیں کرے گا جس میں نافرمانیِ رسول ہو رہی ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ عالی شان کی خلاف ورزی کی جا رہی ہو، ہم ایسے ناشتہ سے باز آئے۔'' یہ محبت ہے، اِس کا نام عشق ہے۔

آج اُمت کو دیکھ کر دل کڑھتا ہے، وظیفے بہت پڑھ رہے ہیں، لیکن گناہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں۔ (ملفوظ: حضرت مولانا حکیم محمد اختر رحمہ اللہ۔ سہ ماہی فغانِ اختر، اشاعت خاص، ص: ۴۷۷)

شہادت اِس حقیقت پر ہیں خود آیاتِ قرآنی — خدا اُن سے ہے راضی اور وہ رب سے ہوئے راضی
کہ ہے منصوص اُن پر رحمتِ حق، فضلِ رحمانی — بھلا غیرِ صحابی پاسکے گا مرتبہ اُن کا؟
کہ اُن کے دم سے اُمت کو ملی تعلیمِ قرآنی — صحابہؓ کی محبت کو بھی ہم ایماں سمجھتے ہیں
جو اختر دے رہی ہے رات دن پیغامِ ایمانی — صحابہؓ کی حیاتِ باوفا تاریخِ ایماں ہے

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم

جناب عمار خان ناصر...... ماہنامہ الشریعہ......اور

مولانا زاہد الراشدی صاحب سے متعلق اکابر اہل سنت کا فیصلہ

بسم الله الرحمن الرحيم۔الحمدلله رب العالمين، والصلاة والسلام علىٰ سيدالرسل وخاتم النبيين وعلىٰ أصحابه وأزواجه وأتباعه وأمته ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔۔

وبعد! اللہ بزرگ و برتر جل وعلا نے علماء دیوبند کو دین اسلام اور شریعت بیضاء کی بے مثال خدمت سے سرفراز فرمایا ہے، جس کے آثار کا پوری دنیا میں مشاہدہ کیا جا تا رہا ہے، وہیں باطل کی سرکوبی اور استیصال کرنے میں بھی اس مقدس جماعت کی نظیر موجود نہیں۔

مولانا ابوعمار زاہد الراشدی نے ''آزاد فورم'' کے نام سے ''ماہ نامہ الشریعہ'' میں حساس، نازک اور اہم موضوعات پر ایسی تحریریں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے جو نہ صرف مذہب اہل سنت، مسلک احناف اور مشربِ دیوبند سے مطابقت نہیں رکھتیں، بلکہ وہ سراسر اسلام کے اجماعی موقف سے بھی متصادم ہوتی ہیں، اس قسم کی ہفوات کا اصل مرکز زاہد الراشدی صاحب کا بیٹا محمد عمار خان ناصر غامدی ہے۔

مولانا زاہد الراشدی کی بعض ترجیحات اور تحریرات پر بھی علماء دیوبند کو شدید تحفظات ہیں، کئی اکابر و محققین کے مسلسل توجہ دلانے اور باحوالہ و مدلل گفتگو کے باوجود اِن حضرات نے اپنی روش نہیں بدلی۔ اور بدستور اِن کی ایمان سوز تحریریں شائع ہو رہی ہیں، بلکہ مولانا زاہد الراشدی اِن بے اصولیوں پر اپنے بیٹے کو روکنے کی بجائے اس کی حوصلہ افزائی، بلکہ دفاع بھی کرتے ہیں، ''الشریعہ'' بھی انہی کی نگرانی اور سرپرستی میں شائع ہو رہا ہے، لیکن انہوں نے تاحال نہ یہ سلسلہ ختم کیا اور نہ ہی بیٹے کو اس سے برطرف کیا، تنبیہ و تفہیم کا ہر طریقہ اب تک بے اثر ہی رہا۔ فیاللأسف!!

یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ خانوادۂ علم و عرفان سے جب کوئی فتنہ نمودار ہوتا ہے تو اس کے اثرات دُور دُور تک پہنچتے ہیں اور ضرر بھی شدید ہوتا ہے، کیوں کہ ہر مسلمان کے لیے اپنے ایمان، عقائد، افکار اور نظریات کی حفاظت انتہائی ضروری، بلکہ فرض ہے اور دیگر موضوعات کی طرح جملہ اہم، نازک اور حساس موضوعات پر بھی اپنے اکابرِ اہلِ سنت (کثر الله سوادهم) کی کتابیں اور تحقیقات کافی و شافی موجود ہیں، اس لیے عوام الناس کو ان حضرات کے ''آزاد فورم'' کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ اس سے بچنا اور اس کا بائیکاٹ

کرنا لازم ہے۔

عوام و خواص کو چاہیے کہ وہ ماضی قریب کے امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، وکیل صحابہ مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، شہیدِ اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ اور وکیل احناف مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کی تحقیقات پر مضبوط اعتماد رکھیں اور جمہور اہل سنت ہی سے وابستہ رہیں۔

سر دست انتہائی ضروری ہے کہ اس ضال و مضل ٹولے کا ہر محاذ پر بائیکاٹ کیا جائے، شاید یہ طریقہ ان کے رجوع الی الحق کا ذریعہ بن جائے، اہل حق کو ان کی ذات سے کوئی کد نہیں، ان کے نظریات اور رویے سے شکایت ہے، اسی کی اصلاح کے لیے بائیکاٹ کی تجویز دی گئی ہے۔

سلیم اللہ خان

رئیس: جامعہ فاروقیہ کراچی

یوم الجمعہ، ۲ صفر ۱۴۳۵ھ/ ۶ دسمبر ۲۰۱۳ء

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم کی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالمجید لدھیانوی، مولانا انوار الحق حقانی، مولانا منیر احمد منور، مولانا نور محمد تونسوی، مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی، مولانا محمد حسن، مولانا مفتی زر ولی خان، مولانا مفتی حمید اللہ جان، مولانا عبدالرحمٰن ظفر، مولانا سید معاویہ امجد شاہ، مولانا محمد نواز بلوچ، مولانا مفتی رشید احمد، مولانا قاضی عبدالرشید، مولانا عبدالباقی، مولانا پیر عبدالرحیم نقشبندی، مولانا اعجاز مصطفیٰ، مولانا عبدالرحیم جھنگ، مولانا مفتی غلام رسول دین پوری، مولانا قاضی مشتاق احمد سمیت جامعہ فاروقیہ کراچی، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا، جامعہ عربیہ احسن العلوم کراچی، دفتر ختم نبوت کراچی، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ محمودیہ جھنگ، جامعہ خیر المدارس ملتان، دفتر ختم نبوت چناب نگر، جامعہ مدنیہ جدید لاہور، جامعہ محمدیہ لاہور، دارالافتاء والارشاد لاہور، جامعۃ الحمید لاہور، جامعہ علوم اسلامیہ فیصل آباد، مدرسہ خدام اہل سنت لاہور، دارالافتاء جمیلی لاہور، مدرسہ تجوید القرآن فیصل آباد، جامعہ فاروق اعظم فیصل آباد، جامعہ خدیجۃ الکبریٰ فیصل آباد، جامعہ عبیدیہ فیصل آباد، مدرسہ حنفیہ اشرفیہ پنڈی، مدرسہ انوار الصحابہ پنڈی، جامعہ فرقانیہ پنڈی، خانقاہ مدنی اٹک، دارالعلوم حنفیہ چکوال، جامعہ حنفیہ پشاور، دارالعلوم فیض القرآن پنڈی، مدرسہ امام اعظم پنڈی، دارالعلوم فاروقیہ پنڈی، مدرسہ قاسم العلوم شیخاں کوٹ، جامعہ امینیہ پنڈی، جامعہ عثمانیہ پشاور، جامعہ امداد العلوم پشاور، جامعہ اسلامیہ سرحد پشاور، مدرسہ دار القراء پشاور، جامعہ امام اعظم بلال آباد، جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک،

دارالعلوم نعمانیہ چارسدہ، جامعہ عمر فاروق سمندری، جامعہ ربانیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ، جامعہ تجوید القرآن ٹوبہ، مدرسہ اسلامیہ عربیہ ٹوبہ، جامعہ حسن بن علی ٹوبہ، جامعہ عائشہ ٹوبہ، جامعہ قاسمیہ ٹوبہ، جامعہ باب العلوم ٹوبہ، جامعہ سعدیہ گوجرہ، جامعہ اسلامیہ سمندری، جامعہ رحمانیہ فیصل آباد، دارالعلوم فیض عام فیصل آباد، سنی دارالافتاء فیصل آباد، ادارہ حقانیہ فیصل آباد، جامعہ زکریا مخدوم پور، مدرسہ ریحان المدارس گوجرانوالہ، جامعہ قاسمیہ اوکاڑہ، مدرسہ مظہر العلوم اوکاڑہ، جامعہ محمدیہ چیچہ وطنی، العصر تعلیمی مرکز پیر محل، جامعہ حیدریہ ٹیکسلا، جامعہ عثمانیہ ترنڈہ محمد پناہ اور جامعہ قادریہ لیاقت پور وغیرہ بیشتر مدارس کے منتظمین ومدرسین نے مولانا زاہد الراشدی سے بائیکاٹ کے اعلان پر دستخط کیے اور اسے وقت کی ضرورت قرار دیا۔ ذیل میں وہ تائیدات پیش کی جاتی ہیں۔ طوالت کے خوف سے چند ایک پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ بقیہ ان شاء اللہ آئندہ اشاعتوں میں شائع کردی جائیں گی۔

قائد تحریک ختم نبوت، شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ [امیر: عالمی مجلس ختم نبوت]

......بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ غامدی فتنہ کے استیصال کے لیے مولانا عبدالرحیم صاحب چاریاری کی دن رات محنت قابل قدر ہے اور مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی بائیکاٹ کی تجویز ''واجب التقلید'' ہے، اللہ تعالیٰ امام اہل سنت مولانا سرفراز صاحب صفدر رحمہ اللہ کے خاندان کو حضرت اقدس کے طریق صواب پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین۔ عبدالمجید، جامعہ باب العلوم، کہروڑ پکا، ضلع لودھراں

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ [نائب صدر وفاق ونائب امیر عالمی مجلس]

......میں حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے بیان کی تائید کرتا ہوں۔

عبدالرزاق اسکندر، رئیس: جامعۃ العلوم الاسلامیہ، کراچی

شیخ الحدیث مولانا انوار الحق حقانی مدظلہ [نائب صدر وفاق]

......امیر محترم مخدوم العلماء حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ کے فیصلے کی احقر بھی تائید کرتا ہے۔

ترجمان دیوبند مولانا نور محمد تونسوی مدظلہ

......باسمہ تعالیٰ۔ بندہ عاجز شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب اور دیگر اکابر علماء دیوبند کی رائے سے من کل الوجوہ اتفاق رکھتا ہے۔

ابو احمد نور محمد تونسوی۔ جامعہ عثمانیہ، ترنڈہ محمد پناہ، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان

جانشین حضرت اوکاڑویؒ، مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہ

......بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اکابر حضرات نے جو کچھ اصلاحِ احوال کے لیے لکھا ہے، بندہ بھی ان

کی تقلید کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ حضرت اقدس مولانا سرفراز خان صاحب صفدر نور اللہ مرقدہ کے خاندان اور تمام اکابر کے خاندانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں۔آمین۔کتبہ محمد انور اوکاڑوی

وکیل احناف حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہ

......اہل قرآن، اہل حدیث، مودودی ازم، فتنہ غامدیت اور ان جیسے دیگر اسلاف و اکابر کے فکر و تحقیق سے آزاد اداروں، شخصیتوں اور ان کے لٹریچر سے احتراز لازم ہے کہ اس میں دین و ایمان کی حفاظت ہے۔

منیر احمد منور، خادم التفسیر والحدیث جامعہ اسلامیہ، باب العلوم، کہروڑ پکا۔

شیخ الصرف والنحو حضرت مولانا محمد حسن مدظلہ [خلیفہ مجاز: حضرت امام اہل سنتؒ]

......باسمہ تعالیٰ۔ تحقیق حق وہی ہوگی جو اپنے اکابر کی سمجھ سے ملی ہو، اگر کوئی تحقیق اپنے اکابر کی سمجھ سے ملی ہوئی نہ ہو، محض اپنی ذہنی اختراع ہو تو وہ تحقیق حق سے نہیں بلکہ حُقّہ سے ہے اور حُقّہ سے دھواں ہی نکلتا ہے، جس کا انجام آخرت کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ البرکة مع اکابرکم۔

محتاج دعا محمد حسن عفی عنہ، خام مدرسہ محمدیہ و جامعہ مدنیہ جدید لاہور

جانشین حضرت جلال پوری، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ

......میں اپنے ان اکابر کی تقلید محض کرتا ہوں۔محمد اعجاز مصطفیٰ، دفتر ختم نبوت، کراچی

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی زرولی خان مدظلہ

......حق تعالیٰ مولانا زاہد الراشدی صاحب کو رجوع الی الحق آسان فرمائیں۔

والسلام۔محمد زرولی خان، خادمِ جامعہ عربیہ احسن العلوم، کراچی

حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی مدظلہ [سابق مفتی: جامعہ اشرفیہ لاہور]

......شیخ الحدیث، استاذ العلماء، مخدوم محترم حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تجویز کی بھرپور تائید کرتا ہوں، نیز گزارش کرتا ہوں کہ حضرت والا چونکہ وفاق المدارس پاکستان کے صدر ہیں، اس لیے اس معاملہ کو وفاق المدارس کی شوریٰ اور مجلس عاملہ کے سامنے رکھا جائے، اور مجلس کا فیصلہ ارباب نصرة العلوم اور مولانا راشدی کو بتایا جائے، اگر وہ حضرات اصلاح نہ کریں تو وفاق المدارس ان حضرات کی رکنیت کو ختم کردے جیسا کہ جامعہ اسلامیہ کلفٹن کراچی اور فکری مدارس کے ساتھ معاملہ ہوا۔امید ہے ان شاء اللہ یہ سبیل زیادہ مؤثر ہوگی۔

مفتی شیر محمد علوی، سابق مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور، مدیر: دار الافتاء جمیل، مدرسہ خدام اہل سنت، لاہور

حضرت مولانا قاضی محمد ارشد الحسینی مدظلہ

......بسم اللہ۔ یہ حقیر پُر تقصیر اپنے اکابرین کا اندھا مُقلّد ہے اور اپنے حضرات اکابر کی معیّت میں دارین کی سعادت مندی و نجات سمجھتا ہے۔ احقر محمد ارشد الحسینی، خادم، خانقاہ مدنی، اٹک شہر

فقیہ وقت مولانا مفتی حمید اللہ جان مدظلہ [معتمد خاص: حضرت امام اہل سنتؒ]

......الجواب باسم الملك الوهاب۔ بطورِ علاج کے یہ کڑوا گھونٹ پلانا ضروری ہے۔

حمید اللہ جان عفی عنہ

حضرت مولانا مفتی عبد الرحمٰن ظفر مدظلہ

......امام اہل سنت کے موقف اور مشن سے انحراف باعث تشویش ہے، رجوع الی الحق کے لیے یہی فیصلہ ضروری تھا، میں اکابر علمائے اہل سنت کی مکمل تائید کرتا ہوں۔

عبد الرحمٰن ظفر، جامعہ علوم اسلامیہ، فیصل آباد

حضرت مولانا قاضی عبد الرشید مدظلہ [ڈپٹی سیکرٹری وفاق المدارس العربیہ]

......ہدایت، برکت اور صراط مستقیم سے وابستگی اکابر کے دامن سے وابستگی سے ہی وابستہ ہے، اکابر سے ہٹ کر محض ذہنی اختراع گمراہی تو ہوسکتی ہے ہدایت نہیں، فتنوں کا دور ہے، تحقیق کے نام پر فتنے جنم لے رہے ہیں۔ اپنے مخدوم شیخ الحد ثین صدر وفاق المدارس العربیہ حضرت اقدس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم اور دیگر اکابرین کے رائے ہمارے لیے سند ہے۔ اس کی تائید کرتا ہوں۔

قاضی عبد الرشید، ڈپٹی سیکرٹری جنرل وفاق المدارس العربیہ، مدیر: دار العلوم فاروقیہ، راولپنڈی

مولانا صاحبزادہ پیر عبد الرحیم نقشبندی مدظلہ [مدیر: دار العلوم حنفیہ، چکوال]

......بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امابعد، حضرات علماء کرام کی تحقیق بحمد اللہ کتاب وسنت کی روشنی میں برحق اور باصواب ہے، اللہ تعالیٰ امت مرحومہ کو فتنہ اور فساد سے محفوظ فرمائے۔ اور غلط عقائد ناسور کی طرح ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں مامون ومحفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ بندہ تائید کرتا ہے اور دعا گو بھی ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

احقر الافقر صاحبزادہ پیر عبد الرحیم نقشبندی، سجادہ نشین خانقاہ حبیبیہ نقشبندیہ، مدیر: دار العلوم حنفیہ چکوال

حضرت مولانا مفتی عبد الرحمٰن مدظلہ [مسئول: وفاق المدارس راولپنڈی]

......باسمہ تعالیٰ۔ مخدوم العلماء شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کی رائے

گرامی حق ہے، والحق أحق أن یتبع، واللہ یھدی الی سواء السبیل۔

مفتی عبدالرحمٰن، مسئول وفاق المدارس، ضلع راولپنڈی

ترجمان احناف مولانا عبدالباقی مدظلہ:

......بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مسلک حقہ کی اصلی شکل میں وجود کا سبب اکابر کی تحقیق کی اندھی تقلید میں ہی ہے۔ مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ میرے مشفق استاذ تھے، اسی طرح مولانا محمد امین صفدر رحمہ اللہ سمیت جملہ اکابرین۔ ان کے راستے سے اگر (کوئی) ہمیں اپنی نئی تحقیق (کے ذریعے) راہِ راست سے بھٹکانے کی کوشش کرے تو یہ ہمارے لیے ضلالت کا سبب بنے گا۔ اھدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیھم۔ آمین۔ عبدالباقی، خادم: جامعہ محمدیہ، چیچہ وطنی

خادم وتلمیذ امام اہل سنت مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ

......بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بندہ امام اہل سنت حضرت شیخ الحدیث والتفسیر استاذِ محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ کی تحقیق کو حق سمجھتا ہے اور اس کے خلاف جتنے ہفوات ہیں ان کو گمراہی سمجھتا ہے اور اپنے اکابر کے ساتھ جینے مرنے کو ایمان سمجھتا ہے اور اپنے اکابر کے مذکورہ فیصلے کی تائید کرتا ہے۔ محمد نواز بلوچ، مدیر: مدرسہ ریحان المدارس، گوجرانوالہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالرحیم مدظلہ:

......ہمارے شیخ مولانا منیر احمد منور زید شرفہ نے جو تحریر کیا ہے، بندہ اس کی تائید کرتا ہے۔

عبدالرحیم، یکے از خدام طلباء، جامعہ محمودیہ جھنگ۔

مولانا مفتی غلام رسول دین پوری مدظلہ

......بندہ حضرت اقدس امیر مرکزیہ دامت برکاتہم و دیگر اکابر کی تحریر پر متفق اور ان کی تقلید کرتا ہے، اور صراط مستقیم سے منحرف لوگوں کے لیے دعا گو ہے۔ غلام رسول دین پوری، مدرسہ عربیہ ختم نبوت، چناب نگر

حضرت مولانا قاضی مشتاق احمد مدظلہ

......باسمہ تعالیٰ۔ ہائے افسوس: گھر کو آگ لگی گھر کے چراغ سے! بندہ اپنے اکابر علماء دیوبند کا حذو ابحذوِ نقش قدم پر چلنے پر پُرعزم ہے اور منحرفین کے لیے دعا گو بھی۔ خدا کرے مصنف کتاب کا زورِ قلم ہو اور زیادہ۔ اللہ تعالیٰ مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہ العالی کی یہ کاوش ہم سب کے لیے ذریعۂ ہدایت بنائے اور اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو اپنی بارگاہ احدیّت میں قبول ومنظور فرمائے۔ آمین۔

فقط قاضی مشتاق احمد، جامعہ فرقانیہ مدنیہ، کوہاٹی بازار، راولپنڈی

حمزہ احسانی

اکابر اہل سنت کا فیصلہ......اور
مولانا زاہد الراشدی صاحب کا طرزِ عمل

قارئین سابقہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ عمار خان ناصر صاحب اور مولانا زاہد الراشدی صاحب کو سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی، اہل خاندان، اہل علاقہ، اصاغر و اکابر، علماء و مشائخ سبھی نے انفرادی و اجتماعی طور پر ہر طرح کی کوشش کی، لیکن کسی کو یہ کہہ کر ڈانٹ پلا دی گئی کہ ''کیا میں اسے گولی ماردوں؟''، کسی کو کہا گیا کہ: ''میں کوئی مجرم نہیں جو کمیٹی کے سامنے پیشی دوں۔''، کسی کے بارے ارشاد ہوا کہ: ''میں نے اس جیسے بہت دیکھے ہیں۔''، کبھی فرمایا گیا: ''میں اسے جانتا ہی نہیں۔'' وغیرہ وغیرہ

صرف یہی نہیں بلکہ تحریری طور پر الشریعہ کے بعض شماروں، مجلّہ صفدر، غامدیت کیا ہے؟ اور ''نوازشات'' میں مولانا راشدی صاحب کی بے اعتدالیوں کی نشاندہی کر کے ان سے متعدد سوالات کیے گئے، لیکن انہوں نے ان میں سے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔ اسی طرح ضرب مومن میں اُن سے کیا گیا ایک سوال ابھی تک جواب کا منتظر ہے۔ فرزندِ امام اہل سنت مولانا عبدالحق خان بشیر نے مولانا راشدی صاحب کی جس بے اعتدالی پہ گرفت کی تھی، اس کا کوئی جواب بھی اُن سے ابھی تک نہیں بن پایا۔

جب زبانی و تحریری ہر طرح کی کوششیں ناکام ٹھہریں اور علماء اہل سنت، اکابر اہلِ حق بالکل مایوس ہو گئے تو ان حضرات کی اصلاحِ احوال کے لیے ''بائیکاٹ'' کی تجویز دی گئی، ملک بھر کے اکابر، جید علماء، مفتیان اور اہل سنت کے کثیر مشائخ نے بائیکاٹ کی اس تجویز کو وقت کی ضرورت قرار دیتے ہوئے اس کی بھرپور تائید و حمایت کی۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کو ایک خط لکھا جس میں اولاً: تائید کرنے والے جملہ اکابر کو ''اندھی تقلید'' کا مرتکب قرار دیا، (نعوذ باللہ) ثانیاً: حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم سمیت جملہ اکابر کو یہ کہہ دیا کہ آپ سب نے ''مسلمہ شرعی اصول'' کی خلاف ورزی کی ہے۔ (العیاذ باللہ) ثالثاً: اکابر کے فیصلہ کو ''اس کی کوئی شرعی پوزیشن نہیں۔'' کہتے ہوئے ٹھکرا کر یہ مطالبہ کیا کہ: ''مجھ پر لگائے گئے الزامات کی متعین فہرست فراہم کر کے مجھ سے ان کا جواب طلب کیا جائے، اور میرے جوابی موقف اور وضاحت کو سامنے رکھ کر جو رائے بھی مناسب سمجھی جائے اس کا اظہار کیا جائے۔'' رابعاً: دستخط و تائید کرنے والے جملہ اکابر اہل سنت پر عدم اعتمادی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کہا کہ: ''معینہ اور مصرّحہ الزامات اور

میری طرف سے ان کے جوابات وتوضیحات پیش کیے جانے کے بعد کم از کم تین غیر جانبدار ذمہ دار مفتی صاحبان پر مشتمل کمیٹی مقرر کی جائے، جو دونوں طرف کا موقف ملاحظہ کر کے ان پر فیصلہ صادر کرے۔'' خامساً: اکابر کے متفقہ فیصلہ کورد کرنے کے باوجود ''کمیٹی کا فیصلہ من وعن منظور کرنے'' کا مضحکہ خیز وعدہ کیا۔

ذیل میں ہم اُن کے اِس طرزِ عمل کا جائزہ لے کر اُن کے قول وفعل میں واضح تضاد اور ان کی طرف سے اکابر اہل سنت پر اعتماد نہ کرتے ہوئے اُن کے فیصلے کو ٹھکرانا ثابت کریں گے۔ان شاء اللہ

۱......مولانا راشدی صاحب ابتداً یوں کرتے ہیں:

''گزارش ہے کہ راقم الحروف کے بارے میں آنجناب کی ایک تحریر پر ملک بھر کے مختلف حصوں میں سرکردہ علماء کرام سے دستخط کرانے کی مہم جاری ہے اور آنجناب کے اعتماد پر بہت سے حضرات نے اس پر دستخط فرمائے ہیں۔''

یہ بات قطعاً خلاف واقعہ اور تمام اکابر پر اندھی تقلید کا الزام لگانے کے مترادف ہے کہ ان سب حضرات نے محض حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم پر اعتماد کرتے ہوئے تائیدی دستخط کر دیے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کو ایک عرصے سے ذاتی تحقیق کی بنیاد پر راشدی صاحب کے بارے میں شدید تحفظات اور سنگین خدشات تھے، یہ حضرات اس کا وقتاً فوقتاً اظہار بھی کرتے تھے اور ان میں سے کچھ نے براہِ راست اور کچھ نے بالواسطہ راشدی صاحب کی تفہیم اور فہمائش کی کوشش کی، راشدی صاحب کا طرز عمل یہ تھا کہ وہ اسے اپنے ایک مخصوص جملے میں اڑا دیتے تھے۔ان کا جملہ یا تکیہ کلام اس موقع پر یہ تھا: ''اوہ! آپ نے تو اسے پانی پت کا مسئلہ بنالیا ہے۔''ان سب کوششوں سے مایوس ہو کر یہ حضرات کسی ایسی شخصیت کی انتظار میں تھے جو آگے بڑھ کر محض نصیحت کے بعد ''نصیحت آموز مقاطعہ'' کا قدم اُٹھائے اور یہ سب اس کا ساتھ دیں۔انہیں محض دیکھا دیکھی میں تائیدی دستخط کا مرتکب سمجھنا راشدی صاحب کی وہ ذہنیت ہے جس نے یہ دن دکھایا۔

مزید تسلی کے لیے ہم چند اکابر اہلِ سنت کے اقوال نقل کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم کی اس تحریر سے قبل ارشاد فرمائے تھے اور ہم نے محفوظ کر لیے تھے:

شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی مدظلہ:

''مفتی ابولبابہ صاحب عمار کا تعاقب کر کے بہت اچھا کر رہے ہیں، میں تو کہتا ہوں کہ مولانا زاہد الراشدی صاحب کا بائیکاٹ کیا جائے، وہ اس کی حمایت کرتے ہیں، ہمارے لوگ ان کو دینی اجتماعات میں بلاتے ہیں، میں اسے پسند نہیں کرتا۔''

حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہم [رئیس تخصص فی الدعوۃ والارشاد، خیر المدارس، ملتان]

''علماء کرام کو اجتماعی طور پر اس فتنہ کے سد باب کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔''

حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہم [استاذ الحدیث: جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا]

''صرف عمار خان ناصر نہیں، بلکہ میں تو مولانا زاہد الراشدی کا کہوں گا کہ ان سے بائیکاٹ کا اعلان کیا جائے۔ اور سر دست یہ اعلان کر دیا جائے کہ ''الشریعۃ'' کا علمائے اہل سنت دیوبند سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ یہ لوگ کبھی اجماع کو چھیڑ دیتے ہیں، کبھی طلاق کو، کبھی کسی مسئلے کو کبھی کسی کو، کل کو غیر مقلدین اور دیگر باطل فرقوں والے اِن کی باتوں کو ہمارے خلاف استعمال کریں گے۔ اس لیے آج ہی یہ اعلان کر دیا جائے کہ اِس کا دیوبندیوں سے کوئی تعلق ہی نہیں۔''

یہ تمام ارشادات مئی ۲۰۱۳ء یا اس سے پہلے کے ہیں۔ جب مفتی ابولبابہ صاحب عمار خان صاحب کے بارے مضامین تحریر فرما رہے تھے۔ ان کے علاوہ راقم کے والد گرامی مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہ نے بتایا کہ:

''جب سے بھائی جان زاہد نے (عمار خان صاحب سے متعلق بات کرنے پر سخت لہجہ اپنایا، ڈانٹا اور) کہا کہ: میں اُسے گولی ماردوں؟ اُس وقت سے میں نے اُن سے بالکل علیحدگی اختیار کی ہوئی ہے، ہر ماہ وہ درسِ قرآن دینے گجرات آتے ہیں، لیکن میں نہیں جاتا، پاکستان شریعت کونسل کے تین اجلاس میں نے مِس کیے ہیں، حالانکہ مجھے مولانا فداء الرحمٰن صاحب نے خود فون کیا تھا۔''

لیجیے! کیا خاندان کیا باہر! سب ہی پہلے سے نالاں تھے، لہٰذا یہ کہنا کہ سب نے مولانا سلیم اللہ خان پہ ہی اعتماد کر کے دستخط کیے ہیں، کسی طور بھی درست نہیں۔ ممکن ہے چند ایک حضرات جن کو مولانا راشدی صاحب کے احوال کا علم نہ ہو، انہوں نے بقیہ اکابر پر اعتماد کرتے ہوئے تائیدی دستخط کر دیئے ہوں، لیکن اکابرِ اہل سنت پر اُن کا یہ اعتماد بھی راشدی صاحب کے لیے بہت بڑا سبق رکھتا ہے اگر وہ سبق حاصل کرنا چاہیں تو......!!

۲......مولانا راشدی صاحب لکھتے ہیں:

''اس سلسلہ میں عرض ہے کہ آنجناب اور دستخط کرنے والے دیگر بزرگوں کو اس سلسلہ میں پہلے مجھ سے رابطہ کر کے میرا موقف معلوم کرنا چاہیے تھا، لیکن ایسا نہیں ہوا، جبکہ مسلّمہ شرعی اصول ہے کہ جس پر الزامات عائد کیے جا رہے ہوں اس کا موقف معلوم کیے بغیر اور اسے وضاحت کا موقع دیئے بغیر کوئی بھی فیصلہ یکطرفہ کہلاتا ہے اور اس کی کوئی شرعی پوزیشن نہیں ہوتی۔''

اولاً: تو مولانا راشدی صاحب کا یہ دعویٰ ہی صحیح نہیں ہے کہ ''ایسا نہیں ہوا۔'' گزشتہ سطور میں ہم واضح کر چکے ہیں شروع دن سے اب تک اُن کو سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کے لیے ہر طرح کی کوششیں ہوتی رہیں، اس دوران اُن کو اپنا موقف پیش کرنے اور واضح کرنے کا پورا موقع ملا، لیکن انہوں نے ہر مخلصانہ کوشش کو ٹھکرا دیا۔ ماہنامہ الشریعہ و مجلّہ صفدر میں ان سے کیے جانے والے بے شمار سوالات سے آنکھیں بند کیے رکھیں، وفاق کی کمیٹی کے سامنے پیش ہونے سے انکار کرتے ہوئے یہ کہا کہ: ''میں کوئی مجرم نہیں ہوں''۔

اس کے باوجود مولانا راشدی صاحب کا یہ فرمانا کہ ''مجھ سے وضاحت طلب نہیں کی گئی'' کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے......؟

ثانیاً: حضرت راشدی صاحب اپنا موقف اور رائے بڑی آزادی سے آئے روز لکھتے رہتے ہیں، اسلام اخبار کی انتظامیہ میں ان کے معتقد موجود ہیں جو اکابر اہل سنت کے اتفاقی فیصلۂ بائیکاٹ کے باوجود تسلسل کے ساتھ ان کے مضامین شائع کررہے ہیں، ہر ماہ ماہنامہ نصرۃ العلوم میں اُن کے مضامین شائع ہوتے ہیں، ماہنامہ الشریعہ تو اُن کا اپنا رسالہ ہے، راشدی صاحب جب، جہاں، جو، چاہتے ہیں، لکھتے ہیں، ہم نہیں سمجھ سکے کہ کون سی ایسی چیز ہے جو ابھی تک انہوں نے چھپا کے رکھی ہوئی ہے اور لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں کی، اب وہ چاہتے ہیں کہ اکابر اہل سنت کے سامنے اسے ظاہر کریں؟ بارہا اپنی اور الشریعہ کی پالیسی لکھ چکے ہیں، حضرت امام اہل سنتؒ سے اپنے بے شمار اختلافات تحریر کر چکے ہیں، امام اہل سنت کے طریق ودائرہ سے اپنی عدم وابستگی بھی رقم فرما چکے ہیں، جناب غامدی صاحب کو علماء و محققین کی فہرست میں شمار کر کے ان کا مخلص ہونا بھی قید تحریر میں لا چکے ہیں، جناب عمار خان صاحب کی حمایت ودفاع میں کئی تحاریر لکھ چکے ہیں، حتیٰ کہ یہ بھی فرما چکے ہیں کہ: ''میں کسی کو عمار خان پہ غرانے کی اجازت نہیں دوں گا۔'' اس کے باوجود ان کا یہ کہنا کہ ''میرا موقف معلوم نہیں کیا گیا۔'' صرف مغالطہ دینے کے لیے ہے ورنہ اُن کا موقف اور نظریہ کوئی ڈھکا چھپا نہیں ہے بلکہ ''الشریعہ'' کے صفحات میں جا بجا موجود ہے۔ وہ خود اس کی وضاحت کئی بار کر چکے ہیں اور کرتے رہتے ہیں۔ اور جس شخص کا موقف ونظریہ تحریری شکل میں بے غبار اور واضح موجود ہو اس سے وضاحت مانگنا نہ شرعاً ضروری ہے اور نہ اخلاقاً لازم ہے۔

ثالثاً: مولانا راشدی صاحب جب کسی کے خلاف مضمون یا کالم لکھتے ہیں تو کیا پہلے اس سے رابطہ کر کے وضاحت طلب کرتے ہیں یا اس کی تحریرات کو بنیاد بنا پر اعتراض کرتے ہیں؟ نیز حضرت امام اہل سنتؒ اور دیگر اکابر اہل سنتؒ کا کیا طریق رہا ہے؟ انہوں نے جو کتابیں تحریر کی ہیں وہ مخالفین کی تحریروں کی بنیاد پر لکھی ہیں یا ہر ایک سے پہلے وضاحت بھی مانگی ہے؟ ہر ایک جانتا ہے کہ مخالف کی تحریروں کو بنیاد بنا کر لکھا جاتا ہے، نہ کہ اس سے وضاحتیں مانگ کر، لہٰذا مولانا راشدی صاحب کا یہ مطالبہ کہ: ''مجھ سے وضاحت طلب کرنی چاہیے تھی۔'' بالکل بے محل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دوسروں پر ''علمی واخلاقی بداخلاقی وبددیانتی'' کا الزام لگانا راشدی صاحب کا پرانا شیوہ ہے اور ''الشریعہ'' کی فائلیں ملاحظہ کی جائیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ اپنے یا عمار خان ناصر صاحب پر تنقید کرنے والے تقریباً ہر شخص پر انہوں نے یہی الزام لگایا ہے۔ افسوس کہ ملک کے جید ترین اکابر علمائے کرام پر بھی یہ الزام عائد کرتے ہوئے انہوں نے کوئی جھجک محسوس نہیں کی۔

رابعًا: مولانا راشدی صاحب اکابرِ اہلِ سنت پر بے بنیاد الزام لگانے کے بعد علم وفضل کے سمندروں کو''مسلّمہ شرعی اصول'' سمجھانے کا ارادہ رکھتے ہیں، گویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان، حکیم العصر مولانا عبدالمجید لدھیانوی، شیخ الشیوخ مولانا عبدالرزاق اسکندر، مولانا انوارالحق، مولانا منیر احمد منور، مولانا مفتی انور اوکاڑوی، مولانا مفتی زرولی خان، مولانا نور محمد تونسوی، سمیت بیسیوں مشائخ، علماء کرام ومفتیان عظام کو یا تو''مسلّمہ شرعی اصول'' کا علم نہیں، یا پھر یہ سب علم وتقویٰ کے پہاڑ''مسلّمہ شرعی اصول'' کی مخالفت کررہے ہیں اور جناب''علامہ'' راشدی صاحب ان سب کو غلطی کرنے پر تنبیہ فرمارہے ہیں، سبحان اللہ!! اور راشدی صاحب آخر میں صراحتاً یہ فرماتے ہیں کہ:''اکابر اہلِ سنت کا فیصلہ''یک طرفہ'' ہے اور اس کی کوئی''شرعی پوزیشن'' نہیں۔'' کاش کہ راشدی صاحب اس جسارت سے قبل ایک لمحہ کے لیے اپنی حیثیت کو دیکھ لیتے اور پھر ان اکابر کی عظمت ورفعت اور ان کے علم وتقویٰ پر نظر فرمالیتے تو شاید اس کی نوبت نہ آتی۔ ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ یہ راشدی صاحب کی طرف سے محض مغالطہ ہے، اُن سے مختلف مقامات پر سوالات بھی کیے گئے اور وہ اپنے موقف کا برملا اظہار بھی بارہا کرچکے تھے۔ اکابر اہلِ سنت کے متفقہ فیصلہ کو مان کر اپنی اصلاح کی فکر کرنے کی بجائے الٹا اُن سے بحث ومباحثہ کرنا اور ان پر الزام تراشی کرنا بذاتِ خود ایک بے اعتدالی ہے۔

خامسًا: راشدی صاحب نے بزرگانِ دین اور اکابر اہل سنت کو تو''مسلّمہ شرعی اصول'' خوب سکھایا اور ان کے فیصلہ کو بیک جنبش قلم''یکطرفہ'' اور''غیر شرعی'' قرار دے دیا، لیکن اپنے طرزِ عمل پر غور نہیں کیا، وہ شاید بھول چکے ہیں کہ جب مولانا عبدالقیوم حقانی نے عمار خان ناصر صاحب کے بارے ایک مضمون لکھا تو راشدی صاحب نے کیسے عمار خان صاحب کا دفاع کیا تھا، حالانکہ عمار صاحب اُن کے سامنے اِس بات کا اقرار کرچکے تھے کہ میں قادیانیوں کو کافر نہیں سمجھتا۔ کیا اُس وقت بیٹے کی خاطر''خلط مبحث'' بھی کسی''مسلّمہ شرعی اصول'' کا حصہ تھا؟ اسی طرح عمار صاحب کے صریح''نظریاتی'' اور''عقائد'' کے اختلاف کو اکابر دیوبند کے''سیاسی'' اور''جغرافیائی'' اختلاف جیسا قرار دینے کا مغالطہ دینا بھی شاید کوئی''مسلّمہ شرعی اصول'' ہی ہے۔ علماء اہل سنت کے مخلصانہ باہمی اختلاف کو عمار خان صاحب کی کھلی گمراہی کی مثل قرار دینا بھی ''مسلّمہ شرعی اصول'' کا شاخسانہ ہوگا؟ مولانا راشدی صاحب اگر''مسلّمہ شرعی اصول'' کا نام لیتے ہیں تو ان کو چاہیے کہ پہلے خود شرعی اصولوں کی پابندی کریں۔ یا پھر شریعت کا نام لے کر مغالطہ دینا چھوڑ دیں۔

۳.....مولانا راشدی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''اس بنا پر میں آنجناب سے درخواست کررہا ہوں کہ مجھے ان الزامات کی متعین فہرست فراہم کرکے مجھ سے ان کا جواب طلب کیا جائے، اور میرے جوابی موقف اور وضاحت کو سامنے رکھ کر جو رائے بھی

مناسب سمجھی جائے اس کا اظہار کیا جائے۔''

مولانا فرماتے ہیں کہ اُن کو اُن پر لگائے گئے الزامات کی متعین فہرست فراہم کی جائے۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ ع جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے...... برسوں سے اُن کو بارہا وفود اور انفرادی ملاقاتوں کے ذریعے سمجھانے کی کوشش کی جارہی ہے، اُن کے خلاف کتابیں چھپ چکی ہیں، تحریریں منظر عام پر آرہی ہیں، اُن کے اپنے پرائے بن چکے ہیں، اُن کے سگے بھتیجے اُن کے خلاف برسرِ عام صف آرا ہو چکے ہیں اور وہ ابھی تک سادگی سے یہی سوال کر رہے ہیں کہ اُن کے اوپر لگائے گئے الزامات ہیں کون سے؟ اِس تجاہل عارفانہ پر اِس کے علاوہ کیا عرض کیا جاسکتا ہے کہ ؎

کبھی یک بیک توجہ، کبھی دفعتاً تغافل
کوئی آزما رہا ہے مجھے رُخ بدل بدل کر

دراصل یہاں بھی مولانا موصوف تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ اُن پر لگائے گئے الزامات کا اُن کو علم ہی نہیں، حالانکہ متعدد مقامات پر اُن سے بیسیوں سوالات کیے گئے۔ آج ایک طویل عرصہ گزرنے کے بعد اکابر نے بائیکاٹ کی تجویز دی تو کہنے لگے ''مجھے الزامات کی متعین فہرست دی جائے۔'' راشدی صاحب سے گزارش ہے کہ پہلے آپ ''غامدیت کیا ہے؟''، ''نوازشات''، ''الشریعہ''، ''صفدر'' اور ''ضرب مومن'' میں کیے گئے تمام اعتراضات کے مکمل و تسلی بخش جوابات و توضیحات کا قرض اپنے سر سے اتاریں، پھر اگلا مطالبہ کریں۔

۴......مولانا نے یہ بھی لکھا ہے:

''میری یہ بھی درخواست ہے کہ معینہ اور مصرّحہ الزامات اور میری طرف سے ان کے جوابات و توضیحات پیش کیے جانے کے بعد کم از کم تین غیر جانبدار ذمہ دار مفتی صاحبان پر مشتمل کمیٹی مقرر کی جائے، جو دونوں طرف کا موقف ملاحظہ کر کے ان پر فیصلہ صادر کرے۔''

مولانا کی یہ بات انتہائی افسوس ناک ہے کہ انہوں نے بزرگانِ ملت، اکابرِ امت اور مشائخ اہل سنت کو ''جانب دار'' قرار دے کر ایک کمیٹی کا مطالبہ کر دیا، گویا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک طرف یہ تمام اکابر، اور دوسری طرف مَیں، دونوں مباحثہ کریں اور کوئی تیسرا آکر ہمارے مابین فیصلہ کرے۔ گویا اُن کو اِن حضرات کے علم و فہم اور تقویٰ و دیانت پر بالکل اعتماد نہیں، ورنہ وہ ایسا مطالبہ کبھی نہ کرتے، افسوس صد افسوس۔ اُن کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اکابر پر بداعتمادی اور بدظنی ہی ہر گمراہی کی جڑ ہے، اکابر نے واضح لکھا ہے کہ: ''ہمیں ان کی ذات سے کوئی کد نہیں بلکہ صرف رویہ اور نظریات سے شکایت ہے۔'' اور اس کی اصلاح

کے لیے سب نے نہایت مخلصانہ طور پر یہ تجویز دی، لیکن مولانا اپنے رویہ اور نظریات کی اصلاح کرنے کی بجائے اُن سب کے مقابل آ کھڑے ہوئے ہیں، اس پر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ راشدی صاحب کی اور کوئی بے اعتدالی و ناانصافی ہو یا نہ ہو یہی ایک بات اُن کے راہِ اعتدال پر نہ ہونے کی بڑی دلیل ہے۔

نیز اگر راشدی صاحب کے اِس مطالبہ کو حضرت امام اہل سنتؒ کی نظر سے دیکھا جائے تو شاید اِس پر حضرت امام اہل سنت کے وہی کلمات صادق آتے ہیں جو انہوں نے حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب اور راشدی صاحب کی ''دیوبندی بریلوی اتحاد'' کی کوششوں کے وقت فرمائے تھے کہ:

> ''سنا ہے کہ دیوبندی بریلوی مصالحت ہوا چاہتی ہے۔ راقم کا وہ بیان جو جناب نیازی صاحب کے نکات کے جواب میں تھا، ابھی تک کیوں شائع نہیں ہوا؟ یہ بہت غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے۔ چونکہ ان کے ''کنز الایمان''، ''خزائن العرفان'' اور مولویوں پر پابندی ہے، وہ اس بھنور سے اس حیلہ اور تدبیر سے اپنی راہ ہموار کرتے ہیں کہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کو سامنے رکھ کر اپنا کام ڈھیلے ڈھالے دیوبندیوں کے ذریعے نکالیں۔ اگر وہ اس پر فیصلہ چاہتے ہیں تو ہماری طرف سے یہ شرط ہوگی کہ وہ یہ تحریر کردیں کہ تمام علمائے دیوبند مسلمان ہیں اور ہم ان کی تکفیر کرنے والوں کی تائید نہیں کرتے۔ اگر عبارات کا مسئلہ سامنے آئے تو ہماری طرف سے یہ شرط ہے کہ ان کے اکابر کی جو عبارات خلاف شرع اور قابل اعتراض ہیں، ان کی بھی وہ اصلاح کریں۔ اور اگر وہ یہ کہیں کہ ہمارے اکابر کی عبارات خلاف شرع اور قابل اعتراض نہیں ہیں تو ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ اس کے لیے فریقین ثالث مقرر کریں جن میں علماء کے علاوہ جج صاحبان بھی ہوں۔ جو فیصلہ وہ کریں سب کو منظور ہو۔ اگر ہماری پیش کردہ شرائط وہ تسلیم نہیں کرتے تو ون وے ٹریفک اور ایک ہاتھ سے تالی بجانے کے ہم قائل نہیں ہیں۔ ہم اس کو کبھی برداشت نہیں کریں گے کہ وہ تو بدستور ہمارے اکابر کی تکفیر کرتے رہیں اور ہم بے غیرت ہو کر برداشت کرتے رہیں اور ان کا وقت پاس ہو جائے۔ ان مذکورہ شرائط کے خلاف صلح کرنے والے دیوبندیوں کی ہم علی الاعلان مخالفت کریں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔''

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کے اس مکتوب گرامی کو حضرت راشدی صاحب کے قضیہ کے بارے لکھا جائے تو کچھ اس طرح ہوگا......

> ''سنا ہے راشدی صاحب نے قضیہ کے حل کے لیے جملہ اکابر پر عدم اعتماد کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی کمیٹی کے قیام کا مطالبہ کیا ہے، راشدی صاحب پر جو اعتراضات اور اُن سے جو سوالات کے گئے تھے، اُن کے جوابات انہوں نے کیوں نہیں دیئے؟ یہ بہت غیر ذمہ دارانہ عمل ہے۔ چونکہ ان کے طرزِ عمل اور بیٹے کی ناجائز و بے جا حمایت کی وجہ سے اکابر اہل سنت اُن سے سخت نالاں ہیں، وہ اس بھنور سے اس

حیلہ اور تدبیر سے اپنی راہ ہموار کرتے ہیں کہ ''کمیٹی قائم کر کے'' اپنا کام ڈھیلے ڈھالے دیوبندیوں کے ذریعے نکالیں۔ اگر وہ اس پر فیصلہ چاہتے ہیں تو ہماری طرف سے یہ شرط ہوگی کہ وہ عمار خان صاحب کے نظریات سے برأت کا اعلان کریں، اہل بدعت کی کتب پر لکھی گئی تقاریظ سے رجوع وتوبہ کریں، الشریعہ کی پالیسی جمہور اہل سنت کے ذوق کے مطابق بنائیں، جملہ اصول وفروع بالخصوص مسلکی معاملات میں جمہور اہل سنت کی اتباع کو لازم پکڑیں۔ اگر جاوید غامدی صاحب کا مسئلہ سامنے آئے تو ہماری طرف سے یہ شرط ہے کہ ان کو علماء ومحققین کی فہرست میں شمار کرنے کی بجائے مودودی اور پرویز صاحبان جیسے گمراہوں کی صف میں لکھیں۔ اور اگر وہ یہ کہیں کہ جاوید احمد غامدی صاحب کے نظریات ملحدانہ وکافرانہ نہیں ہیں تو ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ اس کے لیے فریقین ثالث مقرر کریں جن میں علماء کے علاوہ جج صاحبان بھی ہوں۔ جو فیصلہ وہ کریں سب کو منظور ہو۔ اگر ہماری پیش کردہ شرائط وہ تسلیم نہیں کرتے تو ون وے ٹریفک اور ایک ہاتھ سے تالی بجانے کے ہم قائل نہیں ہیں۔ ہم اس کو کبھی برداشت نہیں کریں گے کہ وہ تو بدستور ہمارے اکابر بالخصوص حضرت امام اہل سنتؒ کی کاوشوں پہ پانی پھیرتے رہیں اور ہم بے غیرت ہوکر برداشت کرتے رہیں اور ان کا وقت پاس ہوجائے۔ ان مذکورہ شرائط کے خلاف صلح کرنے والے دیوبندیوں کی ہم علی الاعلان مخالفت کریں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔''

لیجیے! اب فیصلہ خود کر لیجیے۔

۵......آخر میں لکھتے ہیں:

''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ کمیٹی جو فیصلہ بھی کرے گی، مجھے مِن وعَن منظور ہوگا۔''

حضرت کا کہنا ہے کہ پہلے اُن کو تحریری وضاحت کا موقع فراہم کیا جائے اور پھر ذمہ دار مفتیان کرام کی ایک کمیٹی بنائی جائے جس کا ہر فیصلہ انہیں من وعن منظور ہوگا۔ اگر اُن کو اصلاح احوال مطلوب ہے تو اُن کے خلاف بائیکاٹ کی اپیل پر دستخط کرنے والے جید علمائے کرام میں سے ہر ایک کا دستخط وہ فیصلہ ہے جس کیلئے وہ کمیٹی بنانے کی اپیل کر رہے ہیں۔

اگر اُن اکابرِ اہلِ سنت پر اعتماد ہے اور وہ واقعۃً اُن کا فیصلہ ماننا چاہتے ہیں تو اُن کو چاہیے کہ حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان کے پیش کردہ چار نکاتی ایجنڈے پر عمل پیرا ہوتے ہوئے:

[۱]......اپنے بیٹے جناب عمار خان ناصر صاحب اور اس کے نظریات سے قولاً وعملاً واضح برأت کا اعلان کریں، اُن کو الشریعہ اکیڈمی اور ماہنامہ الشریعہ سے بے دخل کریں۔ اور اُن کی حمایت میں لکھی گئی جملہ تحریرات وتقریظات سے رجوع اور توبہ کریں۔

[۲]......جن اہل بدعت واہل ہویٰ کی کتب پر تقریظات لکھ چکے ہیں اُن سے رجوع کر کے آئندہ

کے لیے توبہ کریں۔

[۳]...... ماہنامہ الشریعہ کی پالیسی تبدیل کریں، اسلام، مسلمانوں اور خصوصا اکابر دیوبند کے بارے کسی کے اعتراضات شائع کرنے اگر ضروری ہی ہیں تو اُن کے ٹھوس، مدلل اور سنجیدہ جوابات اسی شمارہ میں شائع کیے جائیں۔ اور الشریعہ کو اکابر دیوبند بالخصوص حضرت امام اہل سنت کے طرز کا پابند بنائیں۔

[۴]...... جملہ اصول وفروع میں مذہب اہل سنت، مسلک احناف اور مشرب دیوبند کی اتباع اور پیروی کو لازم پکڑیں۔ جمہور اہل سنت کے خلاف ہر رائے سے اظہار برأت اور آئندہ کے لیے جمہور کی اتباع کا اعلان کریں۔

اگر وہ اس چار نکاتی ایجنڈے پر عمل پیرا ہو جائیں تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے وعدہ ''کمیٹی کا فیصلہ من وعن منظور ہوگا۔'' میں سچے ہیں۔ اسی سے اندازہ ہو جائے گا کہ ان میں اکابر کی بات ماننے اور قبول کرنے کا کتنا جذبہ ہے؟ یہ اُن کا امتحان بھی ہے اور اس میں اُن کی کامیابی کا راز بھی۔ ہم اُن کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر آپ مندرجہ بالا پر عمل کر لیں تو نہ صرف یہ کہ موجودہ اکابر اہل سنت کے ہاں آپ سرخرو ہو جائیں گے بلکہ ان شاء اللہ حضرت امام اہل سنتؒ اور دیگر اکابر کی ارواح بھی مسرور ہوں گی اور روزِ قیامت بارگاہِ رب العالمین میں آپ علماء دیوبند کے جھنڈے تلے فرحان وشاداں کھڑے ہوں گے۔

☆......☆......☆......☆

میں جس زمانہ میں سفر کرتا تھا، ایک مقام پر بلایا گیا تھا، وہاں پر وعظ بھی ہوا تھا، وعظ سے قبل ایک صاحب جنٹلمین کی صورت میں آئے اور کہنے لگے: میں نے سنا ہے کہ آپ علی گڑھ کالج کے لوگوں سے نفرت رکھتے ہیں؟ میں نے سوچا: اگر کہتا ہوں کہ نفرت ہے تب تو ان کی دل آزاری ہوگی اور اگر نہیں کہتا تو چاپلوسی ہے جو واقع کے خلاف ہے، اس لیے کہ بعض وجوہ سے نفرت تو ہے ہی۔ اللہ نے دل میں جواب ڈال دیا۔ میں نے کہا: علی گڑھ والوں کی ذات سے تو نفرت نہیں، مگر افعال سے نفرت ہے۔ کہنے لگے کہ: وہ کیا افعال ہیں؟ میں نے کہا: ہر فاعل کے افعال جدا ہیں، کہنے لگے: مثلاً میرے کیا افعال ہیں؟ میں نے کہا کہ: مجمع میں ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ نیز ابھی نہ مجھ کو یہ اطمینان کہ آپ نیک نیتی سے پوچھ رہے ہیں نہ آپ کو یہ اطمینان ہو سکتا ہے کہ خیر خواہی سے کہہ رہا ہے۔ اس لیے اچھی صورت یہ ہے کہ آپ چند روز میرے پاس خاموشی سے رہیے، جب جانبین ایک دوسرے سے مطمئن ہو جائیں گے اس وقت بتلانا مفید ہو سکتا ہے۔ پھر کچھ نہیں بولے، سمجھ گئے۔ یہ جواب ایسا ہوا کہ نہ وہ مجھ کو متعصب کہہ سکتے تھے اور نہ چاپلوسی سمجھی جا سکتی تھی۔ میں ایسے موقع پر اس کا بھی خیال رکھتا ہوں کہ مخاطب کی تو ذلت نہ ہو اور حقیقت واضح ہو جائے۔ ملفوظ: حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ [روزنامہ اسلام، ۲۴ ربیع الثانی]

احسن خدامی

مشاہدات بجواب شواہدات

محترم المقام مولانا عبدالرحیم چاریاری صاحب نے جناب مولانا زاہدالراشدی صاحب کی بے اعتدالیوں اور فکری گمراہیوں پر'' نوازشات'' کے نام سے کتاب تحریر فرمائی۔ مولانا عبدالرحیم چاریاری صاحب مدظلہ صاحبِ دل ہیں صاحب قلم نہیں، اور نہ ہی اس زمانہ کے اسلوب تحریر اور علمی و قلمی ہیر پھیر سے زیادہ آگاہی رکھتے ہیں۔ ان کے دل میں اٹھنے والی ٹیسیں قلم سے نکلتے وقت جب الفاظ کا روپ دھارتی ہیں تو کتاب کا لب ولہجہ بہت تند وتلخ ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے ادب شناس یا ادب پرست حضرات کے لیے ان کی سچی باتوں سے اتفاق کرنا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ اس زمانہ میں تحقیق کی معراج صرف اور صرف شیریں گفتاری اور نرم گوئی کو سمجھ لیا گیا ہے۔ نرم وشیریں لہجے میں کچھ بھی کہہ جایئے، کوئی بھی من گھڑت نظریہ ایجاد کرکے پھیلا دیجئے، اصحاب رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کردیجئے، بلکہ خود جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کو بھی تنقید کا نشانہ بناڈالیے کوئی آپ کو روکنے یا ٹوکنے والا نہیں ہے، اس لیے کہ آپ ''اخلاق'' کے دائرے میں گفتگو کررہے ہیں اور اس صورت میں آپ نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ ''توہین'' نہیں ''تنقید'' ہے اور تنقید فخر دوعالم ﷺ کی ذات اقدس پر ہی کیوں نہ ہو، وہ مروجہ اہل تحقیق کو ''برداشت'' ہے۔ اگر اس کتاب کا اسلوب ادیبانہ ہوتا تو جو دوست فیصلہ کا دار و مدار دلائل کے بجائے ادبی نزاکتوں پر رکھتے ہیں، وہ بھی ان کی تحریر سے نفع یاب ہوسکتے۔ مولانا عبدالرحیم چاریاری صاحب کی کتاب کا جواب جامعہ ''نصرت العلوم'' کے ترجمان ماہنامہ ''نصرت العلوم'' میں جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب کے قلم سے شائع ہوا۔ جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب کا مولانا عبدالرحیم چاریاری صاحب سے بغض یا علامہ زاہدالراشدی صاحب سے محبت کا عالم یہ ہے کہ وہ ہر اس بات کو بزور غلط کہنے اور ثابت کرنے کے درپے ہوجاتے ہیں جو جناب چاریاری صاحب کے قلم سے نکلی ہو۔ میرے خیال میں اگر کسی موقع پر جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب کے سامنے جناب مولانا عبدالرحیم چاریاری صاحب نے کہہ دیا کہ: ''دواور دو چار ہوتے ہیں'' تو جناب اسامہ مدنی صاحب فورا فرمائیں گے کہ: ''نہیں! پانچ ہوتے ہیں''۔ جب وہ مولانا عبدالرحیم چاریاری صاحب کی ہر ہر بات پر ''میں نہ مانوں'' کا نعرہ لگاتے ہوئے اسے بہرصورت غلط ہی ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں تو درسی کتابوں میں پڑھا ہوا یہ شعر بے اختیار ان کی نذر کرنے کو جی چاہتا ہے کہ:

اقلی اللوم عاذل و العتابن　　　فقولی ان اصبت لقد اصابن

اگر قارئین کرام کو بندہ کی بات کا یقین نہ آ رہا ہو یا تعجب ہو رہا ہو تو ''نوازشات'' اور جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب کے قلم سے تحریر فرمودہ اس کے جواب کا ایک اجمالی خلاصہ ملاحظہ فرمالیں۔ امید ہے کہ دلچسپی کا باعث ہوگا۔ لیجئے! ملاحظہ فرمائیے۔

(۱)......مولانا زاہد الراشدی صاحب:۔ نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر ''تنقید'' برداشت ہے۔

چار یاری صاحب:۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب کی بات غلط ہے۔

اسامہ مدنی صاحب:۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب کی بات درست ہے۔

(۲)...... چار یاری صاحب:۔ امیر عبد القادر الجزائری یہود و نصاریٰ کا ایجنٹ تھا، مولانا زاہد الراشدی صاحب نے امریکی مصنف کی اس کی سوانح پر مشتمل کتاب پر تقریظ لکھ کر غلط کیا۔

اسامہ مدنی صاحب:۔ الجزائری سچا مجاہد تھا، مولانا زاہد الراشدی صاحب نے ٹھیک کیا۔

(۳)......چار یاری صاحب:۔ قاضی عطاء قادیانی ہے، مولانا زاہد الراشدی صاحب نے اس کی کتاب پر تقریظ لکھ کر غلط کیا۔

اسامہ مدنی صاحب:۔ قاضی عطاء قادیانی نہیں ہے، مولانا نے ٹھیک کیا۔

(۴)......چار یاری صاحب:۔ عمار خان ناصر غامدی ہے، مولانا زاہد الراشدی صاحب اس کی سرپرستی کر کے غامدیت نوازی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

اسامہ مدنی صاحب:۔ عمار خان ناصر غامدی نہیں ہے، مولانا اس کی سرپرستی کر کے ٹھیک کر رہے ہیں۔

(۵)......مولانا زاہد الراشدی:۔ خلفائے راشدین کے فیصلوں سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔

چار یاری صاحب:۔ مولانا کی بات غلط ہے۔

اسامہ مدنی صاحب:۔ مولانا کی بات درست ہے۔

(۶)......چار یاری صاحب:۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب نے ایک مودودی کی کتاب پر تقریظ لکھ کر غلط کیا۔

اسامہ مدنی صاحب:۔ علمائے دیوبند بھی اہل باطل کی کتابوں پر تقریظ لکھتے رہتے ہیں، مولانا زاہد الراشدی صاحب نے ٹھیک کیا۔

(۷)......چار یاری صاحب:۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب نے مشہور مماتی عطاء اللہ بندیالوی کے پیچھے نماز پڑھ کر غلط کیا۔

اسامہ مدنی صاحب:۔ (کوئی جواب نہیں)

(۸)......چار یاری صاحب:۔ مولانا زاہد الراشدی صاحب نے ایک بریلوی کی بدعات کی ترویج پر مشتمل کتاب پر تقریظ لکھ کر غلط کیا۔

اسامہ مدنی صاحب:۔اس نے دوسرے ایڈیشن میں تصحیح کرلی ہے، مولانا زاہد الراشدی صاحب نے (پہلے ایڈیشن پر) تقریظ لکھ کر کوئی غلطی نہیں کی۔

مندرجہ بالا چارٹ کو ملاحظہ کرنے کے بعد اور جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب کے اس تعنت اور ضد کو سامنے رکھتے ہوئے ان سے تو کچھ بھی عرض کرنا فضول معلوم ہوتا ہے البتہ قارئین کرام کے سامنے ان کی تلبیسات کو طشت از بام کرنے کی خاطر اختصار کے ساتھ کچھ حال دل ضرور عرض کیا جائے گا ان شاء اللہ۔

جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب نے اپنے مضمون کو ''شواہدات'' کا نام دیا جبکہ ہم اس کے جواب کا نام ''مشاہدات'' رکھ رہے ہیں۔''شواہد'' اندازوں اور قرائن کو کہتے ہیں جبکہ ''مشاہدہ'' چشم دید حقیقت کا نام ہے۔اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ اس ناکارہ کے مضمون کو ایسی قبولیت عطا فرمائیں کہ دجل و تلبیس کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو راہِ حق کا ''مشاہدہ'' ہوجائے اور حافظ صاحب محترم کے ایجاد کردہ بے حقیقت ''شواہد'' کی حقیقت واضح ہوجائے۔یاد رہے کہ جناب حافظ اسامہ مدنی صاحب کے مضمون ''شواہدات'' کی ایک قسط کا جواب ''مجلّہ صفدر'' کے ایک مضمون سے متعلق ہونے کی بناء پر پہلے دیا جاچکا ہے۔ترتیب وار مکمل مضمون کا جواب اب شروع کیا جارہا ہے۔ (جاری ہے۔۔۔)

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہم کا

مولانا زاہدالراشدی صاحب کے نام جوابی مکتوب

بسم الله الرحمن الرحیم۔الحمدلله و کفی و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وبعد!......احقر کئی ہفتے سے بیماری کی شدت میں مبتلا ہے، اس لیے(جوابی) خط لکھنے میں تاخیر ہوئی، امید ہے معذرت قبول فرمائیں گے۔

احقر آپ کی روش، اکابر دیوبند (اور خود امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ جو آپ کے والد ماجد بھی ہیں) کے خلاف نظریات اور طریقہ کار پر سخت آزردہ اور افسردہ ہے، معلوم نہیں کسی کی نظر لگی ہے یا کسی ناروا عمل کی پاداش ہے، واللہ اعلم۔ ہمیشہ آپ کے لیے راہِ راست پر آنے کی دعا کرتا ہوں، اللہ پاک قبول فرمائیں، آمین ثم آمین

آپ حضرت والد صاحب کے جانشین ہیں، جامعہ نصرت العلوم میں شیخ الحدیث ہیں، لیکن نہ آپ کا عمل حضرت مرحوم کے عمل کے مطابق ہے، نہ آپ کی فکر اور ترجیحات ان کی فکر اور ترجیحات کے مطابق ہیں، اس پر جتنا افسوس ہو کم ہے۔ یہ بات محتاج بیان نہیں کہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ علماء کرام کی جماعت میں فی زمانہ سرخیل کا درجہ رکھتے ہیں اور حق وصداقت کو جاننے کے لیے ان کو کسوٹی کا مقام حاصل ہے اور آپ ان کی بالکل ضد بنے ہوئے ہیں، فیا للأسف!!

اگر جنابِ والا اصلاحِ احوال چاہتے ہیں تو پہلے: [۱] آزاد فورم کا سلسلہ ختم کریں۔ [۲] عمار خان ناصر کے گمراہ ہونے کا واضح اعلان کریں۔ [۳] اس کی ہر قسم کی سرپرستی سے دست برداری اختیار کریں۔ [۴] اور اسے ماہنامہ الشریعہ اور الشریعہ اکیڈمی سے علیحدہ کریں۔ [۵] ماہنامہ الشریعہ کی پالیسی تبدیل کریں، اس میں صرف جمہور اکابر علماء دیوبند کے مسلک سے مطابقت رکھنے والے مضامین شائع کریں۔ [۶] تمام اختلافی مسائل میں جمہور اکابر علماء دیوبند کے فیصلے کو حرف آخر سمجھنے کا تحریری اقرار کریں۔

اگر یہ تمام امور منظور ہوں تو پھر جناب کی تجویز کے مطابق جید علماء کرام کی کمیٹی کے سامنے آپ کے تفردات کو پیش کیا جائے گا اور وہ کمیٹی جمہور علماء دیوبند کی تحقیق کے مطابق ان کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کرے گی۔

اگر حضرت محترم ان گذارشات پر آمادہ ہوں تو یہ پیچیدہ معاملہ بخوبی حل ہو جائے گا۔

سلیم اللہ خان......مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ......یکم مارچ ۲۰۱۴ء